فوقیت ہے لیکن لکھنؤ کے شعری و ادبی کارناموں کی طرح اس کی لسانی خدمات
یں کیا گیا ہے، اس لیے اس کتاب میں اس کی لسانی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے،
تمہید، تعارف، تبصرہ، پہلے حصہ میں بطور پس منظر زبان کی نشو و نما اور عہد بعہد
سرے میں زبان و بیان، روزمرہ و محاورہ، صرف و نحو، عروض و قواعد اور لغات
دین میں حصہ لینے والے اٹھائیس لکھنوی مصنفین کا تذکرہ ہے اس میں پہلے
ات و کمالات اور آخر میں لسانی خدمات کا مرقع پیش کیا گیا ہے، یہ حصہ
ع ہو کر احتشام حسین مرحوم اور مسعود حسین خان (وائس چانسلر جامعہ ملیہ)
ین مظفر علی اسیر، قدر بلگرامی، امیر مینائی، جلال، مرزا محمد ہادی رسوا،
ف پوری، مرزا محمد عسکری، حسرت موہانی، نیاز فتحپوری، اثر لکھنوی
غیرہ ارباب کمال اور مشاہیر زبان و ادب کا تذکرہ ہے، اس حصہ میں
ن میں بعض کا اصل وطن لکھنؤ نہیں ہے، تاہم یا تو وہ اس کے مضافات
دہ حصہ نہیں بسر ہوا تھا، تیسرے حصہ میں لسانیات کے مختلف
ات پر اجمالی تبصرہ ہے، یہ کتاب محنت سے لکھی گئی ہے، اور
نی خدمات کا مختصر خاکہ بھی سامنے آجاتا ہے، مگر مختصر ہونے کی
تی ہے، تعجب ہے کہ ماخذ میں شعر الہند کا ذکر نہیں ہے، اس
سخ کی اصلاح زبان کا مفصل ذکر ہے، اس کے علاوہ مولانا عبد السلام نے
وی اور ایک کا اثر دوسرے پر" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ
عبد السلام میں شامل ہے، اس سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا

"ض"

جلد ۱۱۷ ماہ فروری ۱۹۷۶ء مطابق ماہ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ عدد ۲

مضامین

شذرات

...جنوری ۱۹۷۶ء کو ہماری مرکزی حکومت کی طرف سے دہلی میں امیر خسروؒ کے سات سو سالہ جشن
...ہوا جس میں یہ راقم بھی مدعو تھا، امریکہ، روس، مصر، شام، ترکی، افغانستان، ایران اور بنگلہ دیش کے
...ے، ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور اداروں کی بھی نمائندگی تھی، جموں اور کشمیر کے وزیر اعلیٰ
...ں کے خصوصی مہمان تھے،

...ب فخر الدین علی احمد صاحب صدر جمہوریہ ہند نے اپنے باوقار خطبہ سے کیا جس میں اعلان کیا کہ امیر خسروؒ کے
...گر رکھ دیا گیا ہے، اُن کا خیر مقدم حکومت ہند کے وزیر تعلیم جناب نور الحسن صاحب نے کیا، مگر پورے جشن
...ن کے صدر نواب علی یاور جنگ گورنر بمبئی تھے، اُن کو ہونا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ امیر خسرو سلطنت دہلی
...وہ بھی آصفیہ سلطنت کے عماد الملک کے نواسے ہیں، انھوں نے سمینار کے آغاز میں کچھ سخت رویہ ضرور
...م اوقات کی کارروائی میں اپنی علم شناسی، نکتہ پروری، اور بذلہ سنجی سے ایک خوشگوار فضا پیدا کرتے
...ر اُن ہی کے سر رہا اور دوسرے کاموں میں اُن کی اعانت جناب یونس سلیم صاحب نے کی جو اس جشن
...ڈاکٹر امیر حسن عابدی (صدر شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی) حسن الدین صاحب محکمۂ اطلاعات و نشریات
...نور الحسن (شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی) اپنے اور دوسرے رفقاء کے ساتھ مہمانوں کی خاطر

...تو انگریزی میں "لائف ٹائمس اینڈ ورکس آف امیر خسرو" پیش کی گئی، جس کو نواب علی یاور جنگ
...فارسی نے مرتب کیا تھا، اردو میں بھی "خسرو شناسی" کی ایک جلد دی گئی، جو ڈاکٹر عبد العلیم صدر ترقی
...ہوئی تھی، ان دونوں جلدوں میں ملک اور بیرون ملک کے اہل قلم کے قابل قدر مضامین ہیں
...یح اللہ صفا نے اپنا ایک رسالہ "امیر خسرو دہلوی" بھی تقسیم کیا، ڈاکٹر نور الحسن انصاری نے اپنی
...ی جس میں علامہ شبلی نعمانیؒ سے لیکر آج تک امیر خسرو پر اچھے اچھے مضامین لکھے گئے ہیں، اُن کا
...ارگ کا ایک شمارہ بھی تحفہ میں ملا جس میں امیر خسرو کی مثنویوں کے بعض مناظر کی مصوری
...یلانی نے امیر خسرو کی مثنوی تغلق نامہ میں جو اضافہ کیا ہے اس کو ڈاکٹر امیر حسن عابدی اور ڈاکٹر
...پر مغز مقدمہ کے ساتھ علحدہ کتابی شکل میں طبع کرا دیا ہے، یہ کتاب بھی حاضرین جلسہ کو پیش کی گئی،

اسی موقع پر ایک ایرانی خاتون نے انتشارات مدرسہ عالی ادبیات و زبانہائے خارجی کی مطبوعات میں سے خلاصہ ای خسرو وشیریں، لیلیٰ و مجنون از نظامی گنجوی، دستور زبان فارسی از پرویز ناتل خانلری، فردوسی در شاہنامہ از حبیب یغمائی، ترانہ ہا بہ انتخاب پرویز ناتل خانلری، فرہنگ ادبیات فارسی از زہرائے خانلری کچھ مخصوص مہمانوں کے ساتھ اس راقم کو بھی تحفے کے طور پر دیں جس کے لئے میں نے ان کا شکریہ ادا کیا، کلچرل پروگرام کے نام سے موسیقی کی محفلیں بھی ان مہمانوں کے لئے ہوتی رہیں، جو اس سے دلچسپی رکھتے تھے،

سمینار شام کے نمائندے کی صدارت میں شروع ہوا، جو وہاں کے وزیر تعلیم ہیں، اُن کی تقریر سے ان کا ذہنی رنگ نمایاں تھا، وہ تو کارروائی کے درمیان خاموش رہے لیکن اُن کی خاموشی کی تلافی نواب علی یاور جنگ کی قوت گویائی سے ہوتی رہی اس میں اچھے اچھے مضامین پڑھے گئے، سبک ایرانی کے حامی سبک ہندی کو عام طور سے پسند نہیں کرتے، مگر ایران کے فاضل نمائندے ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے یہ کہکر امیر خسرو کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف کیا:-

"امیر خسرو یکے از پرکارترین شاعران پارسی گوئی و دریں باب حقاً کم نظیر است"

راقم نے ایک بحث میں حصہ لیتے ہوئے ان سے سوال کیا کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے یا وہ سبک ایرانی کے موجودہ دور کے حامیوں کے خیالات کی بھی ترجمانی کر رہے ہیں، انھوں نے اپنی جوابی تقریر میں یقین دلایا کہ سبک ایرانی کے پاسدار بھی یہی رائے رکھتے ہیں، افغانستان کے نمائندہ پروفیسر عبد الحئی حبیبی نے امیر خسرو کو خلجی ثابت کرنے کی کوشش کی اور خلجی کو افغانستان کا ایک قبیلہ بتایا، حالانکہ امیر خسرو کے والد کا نسبی تعلق قبیلۂ لاچین سے بتایا جاتا ہے جو وسط ایشیا میں اب بھی ہے، ترکی کی ایک کمسن خاتون ڈاکٹر زرین اکالے نے وہاں کے کتب خانوں میں امیر خسرو کی مثنویوں سے متعلق مصوری کے جو نمونے ہیں، ان کو ایک پردہ پر دکھا کر مہمانوں میں بھی تقسیم کیا، امریکہ کے نمائندہ ڈاکٹر ولیم ہیکسٹن نے امیر خسرو کی نعت گوئی، مصر کے پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم الدسوقی نے امیر خسرو کے تصور عشق، روس کے نمائندوں میں ڈاکٹر طاہر محرم نو نے خمسہ نظامی امیر خسرو، اور ڈاکٹر مسز کے۔ زیڈ۔ اشرفیان نے خسرو کے عہد میں تصوف، بنگلہ دیش کے ڈاکٹر ظفر اللہ نے خسرو کی شاعری، جناب ملک راج آنند نے امیر خسرو کی ہیومنزم، اور جناب شہاب سروری نے امیر خسرو کی موسیقی پر اچھے مضامین پیش کئے، اس راقم کو پاکستان میں امیر خسرو کے سات سو سالہ جشن میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا، اس کی روداد سنائی تو بڑی دلچسپی سے سنی گئی،

اس بین الاقوامی مجلس میں امیر خسرو سے متعلق کچھ ایسی باتیں بھی کہی گئیں جو عام روایات کے خلاف تھیں، مثلاً ستار اور طبلہ حتیٰ کہ قوالی بھی اُن کی ایجادات نہیں، خیال، قول، قلبانہ، نقش و نگار، ایمن اور فرودست وغیرہ جیسے راگ اور رنگ اُن سے منسوب ہیں، مگر اس کی تصدیق اُن کی کسی تحریر سے نہیں ہوتی، "افضل الفوائد" اُن کی تصنیف نہیں، وہ ایک چالاک آدمی تھے، اسلئے شاہی دربار سے وابستہ رہے، اُن کی مادری زبان ہندی تھی، انکے نانا عماد الملک نو مسلم راجپوت تھے، اُنکی حب الوطنی

ہ اپنی شاعری میں سنسکرت شاعری کے استعارات اور تشبیہات بھی استعمال کرتے اُن کے
وان کے نام سے غلط طریقہ سے منسوب ہوگئی ہیں، اس قسم کی تنقیدیں تو زیادہ تعجب انگیز نہیں
لی جاسکتی ہیں، مگر جب یہ بحث اٹھائی گئی، کہ امیر خسرو نہ صوفی تھے، اور نہ خواجہ نظام الدین
ض تحریریں ایسی بھی ہیں جن سے اُن کی مذہبی نارواداری کا اظہار ہوتا ہے تو یہ ظاہر ہوا
تحقیق کے نام پر اس عبقری کی تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، راقم نے کئی
یس کرکے اُن کے مداحوں کو تکلیف پہونچانا ہے، یہ بھی عرض کیا کہ امیر خسرو نے گذشتہ
صل کیا ہے اس سے اُن کو اس سہ روزہ سمینار میں محروم نہ کر دیا جائے،

یدارانہ تحقیق کے نام پر بہت کچھ لکھا جارہا ہے، میرزا حیرت دہلوی نے اسی کی
ن کربلا کا واقعہ ہی پیش نہیں آیا، امام حسینؑ تو کربلا میں مدفون ہی نہیں ہیں، موجودہ
ا ہجانی عمارتوں کو راجپوتوں کا تعمیری شاہکار قرار دینے میں اپنی تحقیقی
گر اس قسم کی تحقیقات سے انڈین اسکالرشپ کی اہانت ہوتی ہے، علم و فن کے
ضا یہ ہے کہ تحقیق کو ذہنی بازی گری اور تفریح کا ذریعہ نہ بنایا جائے،

کہ مولانا عبدالباری ندوی اور جناب مرزا مرتضیٰ بیگ وکیل اعظم گڈھ کے انتقال
بدالباری ندوی دارالعلوم ندوہ کے مایۂ ناز فرزند اور قدیم ترین یادگار
مترجم ہونے کے علاوہ دینداری کے بھی اعلیٰ نمونہ پیش کرتے، انشاء اللہ ان کا
ن ہوئی جناب مرزا مرتضیٰ بیگ اعظم گڈھ کے بہت ہی لائق، ممتاز، اور
ی مجلس انتظامیہ کے اہم رکن بھی ایک عرصہ تک رہے، اُن کی وفات
تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے سرفراز

……⊙⊙……

مقالات

اقبال، اسلام اور اشتراکیت

از جناب جگن ناتھ آزاد صاحب

شوپن ہائر (۱۷۸۸ - ۱۸۶۰) کے افکار مغرب کی دنیائے فلسفہ میں پوری شدت سے گونج ہی رہے تھے کہ دنیائے سیاست میں ایک نئی فلسفیانہ آواز بلند ہوئی، یہ کارل مارکس (۱۸۱۸ - ۱۸۸۳) کی آواز تھی، وہ ۵ مئی سنہ ۱۸۱۸ء کو جرمنی کے شہر ٹرائر میں پیدا ہوا، اس کا باپ ایک یہودی وکیل تھا جو سنہ ۱۸۲۴ء میں مارٹن لوتھر کی تعلیمات کے زیر اثر پروٹسٹنٹ بن چکا تھا، کارل مارکس ٹرائر (Trier) سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پہلے بون اور پھر برلن یونیورسٹی میں داخل ہوگیا، جہاں اس نے قانون، تاریخ اور فلسفے کا مطالعہ کیا، سنہ ۱۸۴۱ء میں فارغ التحصیل ہوکر اس نے اپی کیورس کے فلسفے پر اپنا مقالہ ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا، تعلیم کے ان مرحلوں سے فارغ ہوکر وہ پھر بون آیا، اس کا ارادہ بون ہی میں لکچرر بننے کا تھا، لیکن اسے اس ارادے میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی،

اگلے برس وہ کولون کے انقلابی اخبار رائنس گزٹ (Rhenisgazette) کا ایڈیٹر مقرر ہوا، اس کی ادارت میں اس اخبار کا انقلابی پہلو اور زیادہ نمایاں ہوتا چلا گیا،

پر سنسر کی قیود عائد کیں، لیکن بعد میں اسے بالکل ختم کرنے کا ارادہ
بچانے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی، اور ۱۸۴۳ء میں

نے اپنے بچپن کی ایک دوست لڑکی جینی وان سے شادی کر لی،
جعت پسند گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، اس کا بھائی اس زمانے میں

رکس نے پیرس کا رخ کیا، اور وہاں سے ایک ریڈیکل میگزین
سے چوری چھپے جرمنی میں تقسیم کیا جائے، لیکن اس مقصد میں اسے
ایک شمارے کے بعد ہی یہ میگزین بند ہو گیا،
دوران کارل مارکس کی علمی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا
عت کے لئے متعدد کتابیں لکھیں، یہیں اینجلز Engels
دڑی، اگلے برس پروشین گورنمنٹ کے مطالبے پر اسکو پیرس
ے اس نے برسلز کا رخ کیا، ۱۸۴۷ء میں وہ اور اینجلز دونوں
سائٹی کمیونسٹ لیگ کے ممبر بن گئے، اور اسی سال جب
ری کانگریس منعقد ہوئی تو انھوں نے اس میں نمایاں حصہ لیا
یونسٹ مینی فیسٹو تیار کیا، جس پر آگے چل کر کمیونسٹ سوسائٹی

اب میں مارکس کو بلجیم سے نکل جانے کا حکم ملا، وہاں سے وہ
م جرمنی ہوا، وہاں ایک برس تک پھر اس نے اخبار نکالا

اس اخبار کی تحریروں کی بنا پر اس کے خلاف عدالتی کارروائی ہوئی، جب اس سے اس کا
کچھ نہ بگڑا تو اسے جرمنی سے نکال دیا گیا، جرمنی سے نکل کر وہ پھر پیرس آیا اور وہاں سے اس نے
لندن کا رخ کیا، جہاں وہ اپنے انتقال کے وقت تک رہا،

جلاوطنی میں اسکی زندگی بڑی تنگدستی اور پریشانی کے عالم میں بسر ہوئی، اگر اینجلز وقتاً فوقتاً اس کی مالی
مدد نہ کرتا تو نہ صرف یہ کہ اس کی تصنیف "سرمایہ" مکمل نہ ہو سکتی، بلکہ خود اس کی زندگی
انتہائی ناکامیوں کا شکار ہو کر رہ جاتی،

قیام لندن کے دوران ہی میں اس نے اپنے رفقاء کے ساتھ ملکر پہلی انٹرنیشنل کی . . . بنیاد ڈالی اس انٹر
نیشنل کا پہلا خطبہ، متعدد تجویزیں، اعلانات اور منشورات مارکس ہی کے قلم
کے مرہون منت ہیں، اس نے متعدد ممالک کی مزدور تحریکوں کو ایک لڑی میں پرو دیا،
اور کو تاری جد و جہد کا طریق کار وضع کیا، ۱۸۷۱ء میں پیرس کمیون کی ناکامی کے بعد
جب یورپ میں انٹرنیشنل کا زندہ رہنا ناممکن ہو گیا تو مارکس نے اس کی جنرل کونسل کو نیو یارک
میں منتقل کر دیا،

اس وقت تک پہلی انٹرنیشنل اپنا تاریخی رول ادا کر چکی تھی، دنیا کے ہر ملک
میں مزدور تحریک شروع ہو چکی تھی اور اکثر ملکوں میں سوشلسٹ پارٹیاں یا مزدور جماعتیں
وجود میں آ چکی تھیں،

انٹرنیشنل کے قیام اور اس کی کامیابی کے لئے اپنے خیالات کو تحریری صورت
میں پیش کرنے کے لئے مارکس کو جو دماغی اور جسمانی محنت کرنی پڑی اس سے اس کی صحت
خراب ہو گئی، سرمایہ کی تکمیل کا کام اس کے علاوہ تھا، جس کے لئے اسے گوشے گوشے سے نیا
مواد ہی نہیں جمع کرنا پڑا بلکہ متعدد زبانیں جن میں روسی بھی شامل تھی سیکھنا پڑیں، یہ محنت اسکے

ت ہوئی، ۲۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو جب کہ وہ اپنی آرام کرسی پر محو فکر تھا
یالا کو پرواز کر گئی،

تحض افراد کے دل و دماغ ہی کو متاثر کرتا ہے، لیکن ایک سیاسی
شی نظام کو بدل کر رکھ دیتا ہے، یوں تو افلاطون اور ارسطو بھی
ہیگل، لاک اور مل بھی، لیکن دنیا کی سیاست پر جس طرح مارکس کے
ئے، اس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا دشوار ہے،

م کا اثر قبول کیا یا نہیں اور اگر کیا تو وہ اثر کیا ہے، اور کس حد تک ہے
ال ہے، ہمارے اکثر نقادوں نے اس مسئلے کو انتہائی آسان بنا کر
عجاز حسین لکھتے ہیں:۔

ن غالباً اردو زبان نے سب زبانوں سے پہلے آگے بڑھ کر انقلاب
لیا چنانچہ اقبال نے خاص مسرت کے ساتھ اعلان کیا،

بطن گیتی سے ہوا   آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تک

نتہائی مسرت کے ساتھ عوام الناس کو یہ کہہ کے مبارکباد دی،

یہ داری گیا   تماشا دکھا کر مداری گیا

اس مسئلہ پر مقابلۃً احتیاط سے قلم اٹھایا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔
داری کے خلاف ہیں، اردو شاعری میں سب سے پہلے انھوں نے
ت میں آواز بلند کی، مارکس کی وہ بڑی حمایت کرتے ہیں، مگر
راکیت کی انتہا پسندی کے خلاف ہیں، اور زمین کو بجا
لکیت سمجھنے کے خدا کی ملکیت سمجھتے ہیں دوسرے وہ

ان مادی قدروں سے بیزار ہیں جن پر مارکس نے اپنے تصورات کی بنیاد رکھی ہے، وہ
ان کی روح اشتراکی ہے[1]، وہ اسلامی سوشلسٹ ہیں "

ان دو[2] مقتدر نقادوں کے نظریئے کے ساتھ ہی اقبال کی درج ذیل تحریریں بھی
پڑھ لی جائیں تو اندازہ ہوگا کہ مسئلہ اتنا سلجھا ہوا نہیں ہے، جتنا اوپر کے اقتباسات سے ظاہر
ہو رہا ہے،

"اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں
رکھتا، اور وہ ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے کسی اور آئین سے کسی قسم کا راضی نامہ یا
سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں، بلکہ اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ہر دستور العمل جو غیر اسلامی
ہو نامعقول و مردود ہے"   (مضامین اقبال ص ۱۸۲)

"سوشلزم کے ماننے والے مذہب اور روحانیت کے منکر ہیں، یہ لوگ مذہب کو
افیون سمجھتے ہیں، سب سے پہلے جس شخص نے مذہب کو افیون کہا ہے وہ کارل مارکس
تھا، میں ایک مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا، میرے نزدیک تاریخ کی
مادی تعبیر (Interpretion) قطعاً غلط ہے،

(خواجہ غلام السیدین کے نام خط مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷)

"ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کلیتہً نہیں تو ایک بڑی حد تک دار الاسلام
بن جائے، لیکن اگر آزادی ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ جیسا دار الکفر ہے ویسا ہی رہے، یا
اس سے بدتر بن جائے تو مسلمان ایسی آزادی وطن پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہے،

---

[1] سردار صاحب اس حقیقت کو نہ جانے کیسے فراموش کر گئے ہیں کہ اشتراکیت جب روح کی نفی کرتی
ہے تو روح اور اشتراکیت میں یہ رشتہ کیونکر ممکن ہے، (آزاد)

سی آزادی کی راہ میں لکھنا، بولنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا، جیل جانا
لی کا نشانہ بننا، سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہوں» (مضامین اقبال ص ۱۹۷)
دو ایک اقتباسات سے اقبال کے نظریۂ وطنیت پر بحث کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف
طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اقبال کارل مارکس یا سوشلزم کے بارے میں کیا
تھے، یہ صحیح ہے کہ ۱۹۲۱ء میں اقبال نے اپنی مشہور نظم خضر راہ لکھی تو وہ سرمایہ داری
ور مزدور کے حامی کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ
مارکس کی بڑی حمایت کرتے ہیں، اقبال کے افکار کی صحیح ترجمانی نہیں ہے، اور
سلامی سوشلسٹ کہنا تو اسلام اور سوشلزم دونوں کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی
ونکہ اقبال بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور وہ
سایہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا، اور ہیئت اجتماعیہ
اور آئین سے کسی قسم کا راضی نامہ یا سمجھوتہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں، در اصل
م کی ترکیب ایک ایسی ترکیب ہے جو کتابوں میں تو موجود ہے، لیکن دنیا کے کسی
ں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے، یہ ترکیب مفہوم سے قطعاً خالی ہے اور اس کا طول
ہے کہ یہ دو متضاد نظاموں میں ایک ایسی مفاہمت کا پہلو لئے ہوئے نظر
ا دنیا میں مفقود ہے[1]

ی افغانی (۱۸۹۷ء–۱۸۳۸ء) نے اول اول اشتراکیت کے تصور کو اسلام کے ساتھ
تش کی، انھوں نے اس موضوع پر اپنے مقالات میں جو انھوں نے ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۷ء
ت کی ہے، مسلم ورلڈ، ہارٹ فورڈ، کنکٹی کٹ (جنوری ۱۹۶۷ء) میں پروفیسر سامی
فانی — اشتراکیت الاسلام کا پہلا رہنما" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے،

پاکستان کے مشہور مورخ اے کے بروہی "اقبال کا اجتہاد اور اسلامی سوشلزم کا نظریہ"
کے زیر عنوان ایک مقالے میں لکھتے ہیں:۔

"یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اسلامی سوشلزم — اگر ہم اس کے عملی امکانات کو سمجھ لیں
— ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے میں یہ عرض کرونگا
کہ مجھے یہ سمجھنے میں سخت دقت کا سامنا ہے کہ آخر اسلامی سوشلزم کے نظریے کا مطلب
کیا ہے، سوشلزم کی اصطلاح ہر شخص سمجھ لیتا ہے، اور میرا خیال ہے کہ "اسلام" کی
اصطلاح کا مطلب بھی میں سمجھتا ہوں، اگر مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجائے تو میں
یہ کہونگا کہ ان دو الفاظ کا غیر منطقی اختلاط ایک معقول ذہن کو خلفشار سے دوچار
کر دیتا ہے، اس دوغلے لفظ "اسلامی سوشلزم" سے ذہن کو جس مخمصے سے دوچار ہونا پڑتا
ہے اس کی تفصیل یوں پیش کی جا سکتی ہے۔ — اگر سوشلزم کا مطلب بالکل وہی
ہے، جس کا اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے تو پھر سوشلزم بطور ایک قومی نظریے کے بھی ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) جس میں البرٹ حورانی کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ "اگرچہ اشتراکیت الاسلام
کی ترکیب شبلی شمیل (۱۸۵۰ء–۱۹۱۷ء) نے وضع نہیں کی، لیکن غالباً وہ پہلا مصنف تھا، جس نے
عربی زبان و ادب میں اشتراکیت کے مفہوم کو فروغ دیا"، اس مقالے میں پروفیسر ہانے شام کے
مشہور فاضل مصطفیٰ السباعی کی کتاب "اشتراکیت الاسلام" کا ذکر بھی کیا ہے، مقالے کے آخر میں
مصنف لکھتے ہیں: "اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ اسلامک سوشلزم کے تصور پر مزید روشنی
ڈالی جائے، اس موضوع پر جو خیالات آج کل پیش کئے جا رہے ہیں، ان کا بظاہر تاریخ سے کوئی
تعلق نظر نہیں آتا، اس لئے اس تصور کی صحیح اہمیت کا پتہ نہیں چل رہا ہے، اشتراکیت کے موضوع پر مزید
تحقیق کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ اس کا عرب تہذیب (اسلامی تہذیب نہیں) کیساتھ ایک نظری تعلق نظر آتا ہے"،

ل ہونا چاہیے، لیکن اگر روایتی سوشلزم کو اسلام ہمارے لئے قابل قبول
ں دیتا، تو پھر سوال یہ ہے کہ اسلام نے اس نظریئے میں کیا تبدیلی کی ہے جبکی
اسے اسلامی سوشلزم کا نام دیا جا سکتا ہے، اور سوشلزم کی غیر اسلامی
ے مقابلے میں اسلامی سوشلزم قابلِ قبول بن جاتا ہے، لفظ اسلام بذات
ں بالذات ہے، آخر اس کو اس قدر کیوں گھٹا دیا جائے، کہ یہ سوشلزم کا
ابقہ بن کر رہ جائے، جہاں تک مجھے معلوم ہے، اس ملک کا کوئی بھی
سوال کا منطقی اور دیانتدارانہ جواب نہیں دے سکتا، ایک طرف کیا ہم
ے اسلام ایک جامع ضابطۂ حیات ہے جس میں بنی نوع انسان کی
سیاسی اور سماجی تنظیم سے متعلق جملہ مسائل کے حل موجود ہیں دوسری
نیا یا جاتا ہے، کہ سوشلزم نام کا بھی ایک نظریہ موجود ہے، جس کی
ورت ہے، بشرطیکہ ہم اس میں کچھ ردوبدل کر لیں، اس بحث کا
ہے کہ صرف اسلام نہیں بلکہ یہ اسلامی سوشلزم ہے، جو ہمیں نجات
اور اس وقت ہماری زندگی کا جو نظم وضبط ہے، اسلامی سوشلزم
ہم اس نظم وضبط کا بدرجہا زیادہ بہتر اہتمام کر سکیں گے،
ایک عالمگیر مذہب ہے یعنی اگر ایک ایسا طرز زندگی ہے، جو ہر دور
غرافیائی حالات میں تمام لوگوں کے لئے موزوں ہے، تو پھر یہ ان مخصو
اور سیاسی مسائل کا مناسب حل پیش کرنے سے کیوں قاصر ہے جن سے
ی آج کل دوچار ہیں، اور جن کی وجہ سے ہم غیر ملکی تہذیب اور ثقافت
ستعار لینے پر مجبور ہیں، اگر سوشلزم کا مطلب سماجی تنظیم کے ایسے نظریئے

پالیسی سے لیا جاتا ہے جو اس امر کی داعی ہے کہ جملہ ذرائع پیداوار، سرمایہ اراضی اور املاک تمام معاشرے کی ملکیت قرار دیدیئے جائیں، اور ان کا انتظام و تقسیم بھی سب کی بہبود کے لئے عمل میں لائی جائے، تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اس ضمن میں کچھ کہنے سے قاصر ہے، اگر آپ کے خیال میں حصولِ انصاف کا یہی واحد طریقہ ہے تو آپ سوشلزم کے نظریئے یا طریق کار کے حلقہ بگوش ہو سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس آپ کے نزدیک سوشلزم کے نظریئے اور پالیسی سے انصاف کے موقف کو تقویت ملنے کے عوض ٹھیس لگتی ہے، تو آپ کو اس نظریئے کا حلقہ بگوش ہونے سے انکار کر دینا چاہیے، لیکن اس کا اسلام سے کیا تعلق ہو سکتا ہے، انصاف کے حصول کے لئے سوشلزم کا طریق کار آج تو موزوں ثابت ہو سکتا ہے، آگے چل کر موزوں نہ رہے، اس لئے اسلام کو اس جھگڑے میں الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، (نوائے وقت لاہور، ۱۸ مئی ۱۹۶۷ء)

اے کے بروہی کی یہ تحریر اسلام اور سوشلزم کے بارے میں علامہ اقبال ہی کے افکار کی صدائے بازگشت ہے،

اقبال کے بارے میں یہ غلط فہمی کہ اقبال اسلامی سوشلسٹ تھے دو راستوں سے آئی ہے ایک تو اقبال کی جادو بھری شاعری خود اس کی ذمہ وار ہے، جو اپنے بے پایاں کیف و تاثر کے ساتھ قاری کو بہا لیجاتی ہے، ایک ایسے کیف و تاثر کے ساتھ جو اقبال سے پہلے اردو شاعری میں موجود نہیں تھا، اور دوسرا ایڈورڈ تھامسن اور جواہر لال نہرو کی تحریروں سے[1]، اقبال نے

---

[1] اس کا ایک تیسرا سبب بعض پڑھے لکھے ہندوستانیوں کا ضعف ایمان بھی ہو سکتا ہے، وہ ترقی پسندی کے شوق میں اپنے آپ کو سوشلسٹ یا کمیونسٹ کہلانا بھی پسند کرتے ہیں اور ساتھ ہی (بقیہ حاشیہ ص۹۴ پر)

آئے ہیں، خضرِ راہ کے طلسم نے قاری کو یہ سوچنے کا موقع ہی کہاں دیا کہ سوشلسٹ کبھی یہ نہیں کہتا کہ ؎

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو

سوشلسٹ تو یہ کہتا ہے ؎

جو کریگا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا

لیکن یہ نہیں کہتا

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو
دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو میں
سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے،
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری
زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں چنگیزی

اصل میں اقبال کا قلم پارس تھا اور ایسا پارس کہ جو صرف پتھر ہی کو نہیں بلکہ لوہا، لکڑی جس چیز کو بھی چھو لیتا تھا اسے خالص سونا بنا دیتا تھا اور اس سونے کی تابناکی نے ہر دیکھنے والے کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیا،

دوسرا سبب جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے جواہر لال نہرو اور ایڈورڈ تھامسن کی تحریریں ہیں، جواہر لال نہرو اپنی تصنیف "دریافت ہند" میں لکھتے ہیں۔

"عمر کے آخری حصے میں اقبال زیادہ سے زیادہ سوشلزم کے قریب ہوتے گئے، سویٹ روس نے جو عظیم ترقی کی تھی، وہ اس سے متاثر ہوئے، اور ان کی شاعری نے بھی ایک

…در کو جا کر مرا پیغام دے — خضر کا پیغام کیا، ہے پیام کائنات
…و کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر — شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات
…فریں کو مزدیوں ملتی رہی — اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
…ت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ — خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات
…سے بازی لے گیا سرمایہ دار — انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

…جمہور ہے سامانِ عیش — قصۂ خوابِ آور اسکندر و جم کب تلک
…یدا بطنِ گیتی سے ہوا — آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

…ی سرمایہ و محنت کی آویزش کا ذکر اردو شاعری میں دیکھا نہیں تھا اور
…ویزش کا تصور جس کے یہاں مارکس کی تحریروں اور انقلاب روس کے ذریعے
…یہ اس کے سوا اور کس نتیجے پر پہنچ سکتا تھا کہ اقبال سوشلزم کا پیغام لیکر

…چاہتے ہیں کہ وہ ہندو یا مسلمان بھی کہلائیں، ساہے کمیونزم اور سوشلزم کے
…بھی ہیں جو تحریروں اور تقریروں میں مذہب کی پورے طور سے نفی کرتے ہیں لیکن
…مذہب سے وابستہ ہیں، اور ان انجمنوں کے ساتھ بھی انکا ربط و ضبط ہے، جن کی بنیاد
…پرستی پر ہے، ؎

…و کہ ہر کس برابر است — بابا شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

…ت ایمان ہی نہیں بلکہ مصلحت اندیشی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے،

یتار کیا، (سنہ ۱۹۵۶ء ایڈیشن مطبوعہ لنڈن ص ۳۵۵)

روُنے دریافت ہند کے اس حصہ میں اقبال کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا
لاقات کی باقی باتیں میرے اس مقالے کے احاطے سے باہر ہیں، اس لئے میں
ں اور سوشلزم کے بارے میں جواہر لال نہرو کے خیالات ہی تک محدود رکھونگا'
و کی اقبال سے یہ ملاقات جنوری سنہ ۱۹۳۸ء میں ہوئی[1]، اقبال کے انتقال سے
جواہر لال نہرو نے اقبال کی کس بات سے یہ اندازہ لگایا کہ اقبال عمر
شلزم کے قریب ہوتے چلے گئے حالانکہ یکم جنوری سنہ ۱۹۳۸ء کو لاہور ریڈیو سے نئے
ہوئے اقبال واضح طور پر یہ کہہ چکے تھے،

س تمام ترقی کے باوجود اس زمانہ میں ملوکیت کے جبر و استبداد نے
، اشتراکیت، فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں،
ں حریت اور شرف انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے، کہ تاریخ
سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا" (حرف اقبال

)

اپنی تحریر میں تاریخ ملاقات بیان نہیں کی لیکن یہ ملاقات اس وقت ہوئی جب پنڈت جی
م بیرسٹر ایٹ لا کے ازالۂ حیثیت عرفی کے استغاثہ میں شہادت دینے کیلئے لاہور
تخار الدین کے یہاں ٹھہرے تھے، اس ملاقات کے دوران میاں افتخار الدین بھی
ں، لاہور میں اس ملاقات کا بڑا چرچا ہوا اور اقبال کا یہ فقرہ کہ "جواہر لال آپ
دان" لاہور میں بچے بچے کی زبان پر تھا، مجھ سے اس ملاقات کا ذکر ڈاکٹر محمد عالم
لیں پرائیویٹ سکریٹری رہا،

اس پیام کے بعد یہ اندازہ کرنا کہ اقبال اشتراکیت سے قریب آ رہے تھے، ایسی بات ہے جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آ سکتی، اور پھر نہ جانے جواہر لال نہرو نے کس بنا پر یہ لکھدیا کہ سویٹ روس کی ترقی سے متاثر ہو کر اقبال کی شاعری نے بھی ایک نیا رنگ اختیار کیا، سویٹ روس کی ترقی سے متاثر ہو کر اقبال نے نظمیں تو ضرور کہیں لیکن یہ کہنا کہ اقبال کی شاعری نے نیا رنگ اختیار کیا ایسا دعویٰ ہے جس کی تائید اقبال کی شاعری نہیں کرتی،

اس زمانے میں غلام رسول خاں اور ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی علامہ اقبال کے سکریٹری تھے، ڈاکٹر عاشق حسین نے مجھے بتایا کہ بات چیت کے دوران جب مسٹر جناح کی لیڈری کا ذکر چھڑا اور پنڈت جواہر لال نہرو نے کچھ دبی زبان سے جناح صاحب کے طرز عمل پر اعتراض کیا تو علامہ مرحوم نے پنڈت جی کو مخاطب کر کے انگریزی میں فرمایا تھا،

"جناح واحد شخص ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے کچھ کہہ سکتے ہیں،
اور میں ان کا معمولی سپاہی ہوں"

ڈاکٹر عاشق حسین کا یہ کہنا ہے کہ یہ فقرہ من و عن علامہ اقبال ہی کے الفاظ میں ہے،

اقبال کا یہ مبینہ فقرہ یہاں درج کر کے میں اقبال اور جناح کے تعلقات پر روشنی ڈالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں، بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر جنوری سنہ ۱۹۳۸ء تک اقبال کے خیالات جناح اور جناح کی سیاست کے بارے میں یہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو ان کا معمولی سپاہی کہتے تھے، تو پھر انھیں عمر کے آخری حصے میں زیادہ سے زیادہ سوشلزم کے قریب کہنا کسی غلط فہمی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔[1]

---

[1] جناح کے بارے میں اقبال کی اس رائے سے جواہر لال نہرو کے مندرجۂ ذیل خیالات کی بھی تردید ہوتی ہے، جو انھوں نے اقبال کے بارے میں "دریافت ہند" میں بیان کئے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ پر)

ل، ور جواہرلال دونوں نابغہ تھے، عالم تھے، سیاسیات حاضرہ پر دونوں کی گہری نظر
ونوں ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، جواہرلال کے بارے میں اقبال کتنی
کھتے تھے، اس کا اندازہ اقبال کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے جواہرلال
ریویو والے مقالے کے جواب میں کہے تھے، اقبال اس میں لکھتے ہیں:۔

ے لئے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ پنڈت جی کو مشرق کے بلکہ ساری دنیا
ظیم الشان مسئلے سے جو دلچسپی ہے میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں، میری رائے میں یہ
وستانی قوم پرست قائد ہیں، جنھوں نے دنیائے اسلام کی موجودہ روحانی بےچینی
خواہش کا اظہار کیا ہے۔"

ہمی احترام کے باوجود اقبال اور جواہرلال کے راستے الگ الگ ہیں، اور وہ
ھی دو قدم ایک ساتھ چلتے نظر نہیں آتے، "دریافت ہند" میں مصطفےٰ کمال کا ذکر

ال پاکستان کے اوّلین حامیوں میں تھے، لیکن اس کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ
نے تھے جو تصور پاکستان سے وابستہ تھے اور اس تصور کے کھوکھلے پن سے بھی آشنا تھے،
ہو کہ بات چیت کے دوران میں اقبال نے انھیں بتایا کہ میں نے پاکستان کی حمایت
میں مسلم لیگ کا صدر ہوں، ورنہ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ یہ ہندوستان کے لئے
مانوں کے لئے خاص طور سے مضرت رساں ثابت ہوگا، (اس کا سبب یہ تھا کہ) "غالباً
ت میں تبدیلی آگئی تھی یا شروع میں انھوں نے اس سوال پر پوری طرح سے غور
اس وقت تک اس سوال کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہوئی تھی، زندگی
ال کا نظریہ، اوّل سے آخر تک، ان حالات و واقعات کے ساتھ کوئی
تا جو تصور پاکستان یا تصور تقسیم ہند کے نتیجہ کے طور پر رونما ہوتے چلے گئے،

کرتے ہوئے جواہرلال نہرو لکھتے ہیں:۔

"مصطفیٰ کمال نے ترکی کو غیر ملکی اقتدار سے نجات دلوائی، صرف یہی نہیں بلکہ یورپی سامراجی طاقتوں بالخصوص انگلستان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا، لیکن جوں جوں مصطفیٰ کمال کی پالیسی کھل کر سامنے آتی گئی اور یہ نظر آتا گیا کہ مذہب سے انھیں لگاؤ نہیں، سلطانی اور خلافت کو وہ ختم کرنے کے حق میں ہے، ملک میں ایک سیکولر نظام لانے کے لئے کوشاں ہے، اور اس حکومت کو جو مذہبی بنیادوں پر قائم ہو، باقی رہنے کے حق میں نہیں ہے، تو راسخ العقیدہ مسلمانوں میں اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کم ہونی شروع ہو گئی ہے، لیکن یہی پالیسی ہندوؤں اور مسلمانوں کے نوجوان طبقے میں ان کی زیادہ ہر دلعزیزی کا باعث بنی۔"

قریب قریب ایسے ہی خیالات کا اظہار جواہرلال نہرو نے اپنے اس مقالے میں کیا تھا جو ماڈرن ریویو میں شائع ہوا تھا اور جس میں انھوں نے احمدیت کو موضوع بحث بنایا تھا، اقبال نے اس کے جواب میں جو مقالہ لکھا، اس میں جواہرلال نہرو کے مصطفےٰ کمال اور ترکی کے بارے میں خیالات پر بھی بحث کی، اس بحث کے دوران میں انھوں نے لکھا:۔

"کیا ہندوستان سے باہر دوسرے اسلامی ممالک خاص طور سے ترکی نے اسلام کو ترک کر دیا ہے؟ پنڈت جواہرلال نہرو خیال کرتے ہیں کہ ترکی اب اسلامی ملک نہیں رہا، معلوم ہوتا ہے وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ یہ سوال کہ آیا کوئی شخص یا جماعت اسلام سے خارج ہو گئی، مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے خالص فقہی سوال ہے، اور اس کا فیصلہ اسلام کی ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے کرنا پڑے گا، جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے یعنی توحید اور ختم نبوت تو اس کو ایک راسخ العقیدہ

...لا بھی اسلام کے دائرے سے خارج نہیں کر سکتا، خواہ فقہ اور آیات قرآنی کی تاویلات
...ں وہ کتنی ہی غلطیاں کرے، غالباً پنڈت جواہر لال نہرو کے ذہن میں وہ مفروضہ
...حقیقی اصطلاحات میں، جو اتاترک نے رائج کی ہیں، اب ہم تھوڑی دیر کے لئے ان کا
...زہ لیں گے، کیا ترکی میں ایک عام مادی نقطۂ نظر کا نشوونما اسلام کے منافی ہے؟
...انوں میں ترک دنیا کا بہت رواج رہ چکا ہے، مسلمانوں کے لئے وقت آچکا ہے کہ
...ائق کی طرف متوجہ ہوں، مادیت، مذہب کے خلاف ایک بڑا حربہ ہے، لیکن
...ور صوفی کے پیشوں کے استیصال کے لئے ایک موثر حربہ ہے، جو عمداً لوگوں کو اس
...سے گرفتار حیرت کر دیتے ہیں کہ ان کی جہالت اور زود اعتقادی سے فائدہ اٹھائیں
...کی روح مادہ کے قرب سے نہیں ڈرتی، قرآن کا ارشاد ہے، کہ "تمہارا دنیا میں جو حصہ
...س کو نہ بھولو۔" ایک غیر مسلم کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہے، گذشتہ چند صدیوں میں
...اسلام کی جو تاریخ رہی ہے، اس کے لحاظ سے مادی نقطۂ نظر کی ترقی تحقق ذات
...صورت ہے، کیا لباس کی تبدیلی لاطینی رسم الخط کا رواج اسلام کے منافی ہے؟
...کا بحیثیت ایک مذہب کے کوئی وطن نہیں اور بحیثیت ایک معاشرت کے اس کی
...مخصوص زبان ہے اور نہ کوئی مخصوص لباس، قرآن کا ترکی زبان میں پڑھا جانا
...سلام میں کوئی نئی بات نہیں، اس کی چند مثالیں موجود ہیں، ذاتی طور پر میں اسکو
...طر کی ایک سنگین غلطی سمجھتا ہوں، کیونکہ عربی زبان و ادب کا متعلم اچھی طرح
...ہے کہ غیر یورپی زبانوں میں اگر کسی زبان کا مستقبل ہے تو وہ عربی ہے، بہرحال
...اطلاعیں آرہی ہیں کہ ترکوں نے ملکی زبان میں قرآن کا پڑھنا ترک کر دیا ہے،
...ثرت ازدواج کی ممانعت یا علماء پر لائسنس حاصل کرنے کی قید منافی اسلام ہے؟

فقہ اسلام کی رو سے ایک اسلامی ریاست کا امیر مجاز ہے، کہ شرعی اجازتوں کو منسوخ
کر دے، بشرطیکہ اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اجازتیں معاشرتی فساد پیدا کرنے کی طرف
مائل ہیں، رہا علماء کا لائسنس حاصل کرنا، آج مجھے اختیار ہوتا تو یقیناً میں اسے اسلامی ہند
میں نافذ کر دیتا، ایک اوسط مسلمان کی سادہ لوحی زیادہ تر افسانہ تراش ملاؤں کی ایجادات
کا نتیجہ ہے، قوم کی مذہبی زندگی سے ملاؤں کو الگ کر کے اتاترک نے وہ کام کیا جس سے
ابن تیمیہ یا شاہ ولی اللہ کا دل مسرت سے لبریز ہو جاتا، رسول کریمؐ کی ایک حدیث
مشکوٰۃ میں درج ہے جس کی رو سے وعظ کہنے کا حق صرف اسلامی ریاست کے امیر یا
اس کے مقرر کردہ شخص یا اشخاص کو حاصل ہے، خبر نہیں اتاترک اس حدیث سے
واقف ہیں یا نہیں تاہم یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ ان کے اسلامی ضمیر کی روشنی
نے اس اہم ترین معاملے میں اس کے میدان عمل کو کس طرح منور کر دیا ہے۔"

اسی مقالے میں آگے چل کر علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔

"دو پنڈت نہرو نے جس اصلاح کا خاص طور سے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ترکوں اور
ایرانیوں نے نسلی اور قومی نصب العین اختیار کر لیا ہے، معلوم ہوتا ہے، وہ یہ خیال
کرتے ہیں، کہ ایسا نصب العین اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ترکوں اور ایرانیوں
نے اسلام کو ترک کر دیا ہے، تاریخ کا طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام کا ظہور ایسے
زمانے میں ہوا، جب کہ وحدتِ انسانی کے قدیم اصول جیسے خونی رشتہ اور ملوکیت
ناکام ثابت ہو رہے تھے، پس اسلام نے وحدتِ انسانی کا اصول گوشت اور پوست
میں نہیں بلکہ روح انسانی میں دریافت کیا، نوعِ انسانی کو اسلام کا اجتماعی پیغام یہ ہے
کہ "نسل کی قیود سے آزاد ہو جاؤ یا باہمی لڑائیوں سے ہلاک ہو جاؤ"۔

…ن اقتباسات کچھ زیادہ طویل ہو گئے ہیں، لیکن ان اقتباسات سے یہ ظاہر کرنا مقصود
…کے بارے میں اس قسم کے خیالات رکھنے والے فن کار کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں
…تراکی ہے یا اشتراکیت سے قریب ہے، اب رہے اس قسم کے اشعار

…آدمی صید زبون شہریاری ہے   قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے
…کاری سے محکم ہو نہیں سکتا   جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

…ی رفت رہ یونانی رفت   نے اسکندری و نغمۂ دارائی رفت
…بدست آمد و پرویزی خواست   عشرتِ خواجگی و محنتِ لالائی رفت

چشم بکشا اگر چشم تو صاحب نظر است
زندگی در پئے تعمیر جہانِ دگر است

…اک کہن گوہر جاں می بینم   چشم ہر ذرہ چو انجم نگراں می بینم
…ہ آغوش تماشا زمین ست ہنوز   شاخ در شاخ برومند و جواں می بینم
…پر کاہ سبک می یابم   پر کاہے صفتِ کوہ گراں می بینم
…نہ گنجد بہ ضمیر افلاک   بینم و ہیچ ندانم کہ چساں می بینم

خرم آں کس کہ دریں گرد سوارے بیند
جوہر نغمہ ز لرزیدنِ تارے بیند

…ایک تو وہ دردِ انسانی ہے، جس سے اقبال کی شخصیت عبارت تھی، دوسرا
…ن کی گہری نظر اور تیسرا ان کی بصیرت یا فراست جس کی بدولت انہوں نے
…رکے تھے،

…کی بستی دکاں نہیں ہے   کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی   جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ روس میں اتنا بڑا انقلاب نمایاں ہو اور اقبال ایسا حساس فن کار اس سے متاثر ہی نہ ہو، لیکن متاثر ہونا اور بات ہے اور اپنا نظریہ اور عقیدہ اس کی قدر کر دینا دوسری بات ہے، اقبال اس انقلاب سے صرف متاثر ہی ہوئے ہیں اور متاثر ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام بھی ملوکیت اور سرمایہ داری کا دشمن ہے، اور انقلاب روس نے بھی ملوکیت اور سرمایہ داری کو اپنا نشانہ بنایا، ورنہ جہاں تک مارکس کے نظریۂ اشتراکیت کا تعلق ہے، اقبال کے لئے اس نظریئے کو قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ایک اشتراکی کے لئے خدا، روح اور مذہب تینوں سے انکار لازمی ہے،

بالشوزم میں اگر خدا کا تصور شامل کر دیا جائے تو اس سے اسلام معرض وجود میں نہیں آجائے گا، بلکہ کوئی انمل بے جوڑ قسم کا نظام رونما ہوگا جس کا تجربہ ابھی تک دیکھنے نہیں گیا، اقبال نے اپنے ایک خط میں سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کو لکھا تھا کہ چونکہ بالشوزم میں خدا کا تصور شامل کرنے سے وہ بظاہر اسلام کا مماثل ہو جاتا ہے، اس لئے ایک ایسا وقت بھی آسکتا ہے، جب اسلام روس کو نگل لے یا روس اسلام کو نگل لے۔"

تو انقلاب روس کے اس پہلو سے کہ اس نے ملوکیت اور سرمایہ داری کو اپنا نشانہ بنایا اقبال بڑی حد تک متاثر ہوئے، اور ان کا یہ تاثر طرح طرح سے شعر کے دلکش پیکر میں ڈھل کر آیا، پیام مشرق میں صحبت رفتگاں (در عالم بالا) ایک بڑی دلکش نظم ہے، جس میں ٹالسٹائی[1] کہتا ہے کہ شہریار کے لشکر نے روٹی کے لئے ظلم کی تلوار ہاتھ میں اٹھائی ہے، ملوکیت کے اس غلام کو نیک و بد کی تمیز نہیں رہی، یہ بیگانوں کا دوست اور اپنوں کا دشمن بن گیا ہے، تاج (ملوکیت)

[1] روس کا مشہور مصلح جس نے یورپ کی سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کی، (اقبال)

ب) اور دطن انسان کے حق میں نشے (بے ہوشی) کی کیفیت رکھتے ہیں، خواجہ (ملوکیت)
م سے جانِ اضداد خرید لی ہے، کارل مارکس[1] اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہتا ہے

ن جزو و کل از خویش نامحرم شد است

آدم از سرمایہ‌داری قاتلِ آدم شد است

ر ہیگل آکر اپنا فلسفہ چھانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ اضداد[2] پر غور کرنے ہی سے انسان پر
ہو سکتی ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ حنظل اور انگور کی اصل ایک ہے، اور یہ دونوں
مختلف پہلو ہیں، فطرت اضداد خیز واقع ہوئی ہے اور انہی اضداد کے طفیل نظامِ عالم
ہے، کیونکہ انہی اضداد کی بدولت جدلیاتی کیفیت رونما ہوتی رہتی ہے اور اسی کے
زدور اور آمر و مامور ہمیشہ آپس میں دست و گریبان رہیں گے،
شانی ہیگل سے مخاطب ہو کے کہتا ہے کہ عقل دورخی چال چلتی ہے، یہ سرمایہ دار کو
بندۂ مزدور کو سرمایہ دار کی رضاجوئی کا درس دیتی ہے[3] یہاں آکر یہ نظم انتہائی

دامریکی ماہر اقتصادیات جس نے سرمایہ داری کے خلاف قلمی جہاد کیا، اس کی مشہور کتاب
سرمایہ کو مذہب اشتراک کی بائبل تصور کرنا چاہئے (اقبال)
باغ بداغ معنی مستور را | عین حقیقت نگر حنظل و انگور را
اضداد جز لذت پیکار دار | خواجہ و مزدور را آمر و مامور را
زبان سے یہ شعر کہلا کے اقبال نے ہیگل کے فلسفے پر پوری روشنی ڈالی ہے، اسی ہیگل
اقبال ایک اور جگہ پر کہہ چکے ہیں ؎
کا مدن گھر سے خالی | ہے اس کا طلسم سب خیالی
یہ ہے کہ اکثر مقامات پر آکر وہ کندن دکاہ برآوردن بن کے (بقیہ حاشیہ ۱۰۵ پر)

نی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہے اور ایران کا قدیم فلسفی حکیم مزدک ٹالسٹائی کی تائید میں آگے بڑھتا ہے اور
بڑی مسرت سے اعلان کرتا ہے کہ میں نے آج سے پندرہ سو برس پہلے خاک ایران میں جو بیج بویا
تھا وہ آج پھل لا رہا ہے، یعنی آج یورپ میں بادشاہت ختم ہو رہی ہے اور اشتراکیت رفتہ رفتہ اپنے
قدم جما رہی ہے، مزدک کی یہ گفتار اقبال کی سحر آفریں زبان سے سنئے،

وانکہ ایران گشت زار و قیصر بر دمید	مرگ قومی رقصد اندر قصرِ سلطان و امیر
مدتے در آتش نمرود می سوزد خلیل	تا تہی گردد حریم از خداوندانِ دیر
دورِ پرویزی گذشت اے کشتۂ پرویز خیز	نعمتِ گم گشتۂ خود را از خسرو باز گیر

اس ڈرامے کا آخری کردار کوہکن ہے، جو مزدور کی علامت ہے، وہ دنیا بھر کے مزدوروں کو ملوکیت کے
خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے،

نگارِ من[1] کہ بے سادہ و کم آمیز است
ستیزہ کیش و ستم کوش و فتنہ انگیز است
برونِ او ہمہ بزم و درونِ او ہمہ رزم
زبانِ او ز مسیح و دلش ز چنگیز است
گسست عقل و جنوں رنگ بست و دیدہ گداخت
درآ بجلوہ کہ جانم ز شوق لبریز است

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴) کے رہ جاتا ہے، اور پھر اس کا انداز بیان ایسا ہے جو چاہے اس کی اپنے نقطۂ نگاہ کے
مطابق تاویل کر سکتا ہے، کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایڈورڈ کیرڈ نے ہیگل کا تتبع کیا تو اس نے عیسائیت
کے اصول عقل کی روشنی میں پیش کئے اور مارکس اس کے نقشِ قدم پر چلا تو اس نے روحانیت سے قطع نگاہ
کیا، اور مادہ پرستی کی بنیاد رکھی۔ [1] میرا معشوق یعنی سرمایہ دار،

...رچہ تیشہ من کوہ را ز پا آورد
ہنوز گردشِ گردوں بہ کام پرویز است

ز خاک تا بہ فلک ہر چہ ہست رہ پیماست
قدم کشا کہ رفتارِ کاروان تیز است[1]

باقی

...کی برتری کا مضمون اردو میں، ایک اور سحر کار انداز سے ہمارے سامنے آتا ہے جب
...ے کہتے ہیں،

...گھات میں رند و فقیہ و میر و امیر | تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی
...یر حال ست، تیرے فقیر حال ست | بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی

...فرمان دیتا ہے؛

...دنیا کے غریبوں کو جگا دو | کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو
...موں کا لہو سوزِ یقیں سے | کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
...جمہور کا آتا ہے زمانہ | جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
...ت سے دہقاں کو میسر ہو روزی | اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

...شعریت بھی) اندازہ ہو سکتا ہے کہ اقبال کس حد تک اکسرزم کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں،

اقبال کامل

...علامہ اقبال کے سوانح حیات، ان کے بہترین اشعار کے انتخاب، اور انکے کلام کی ادبی
...کے ساتھ ان کی شاعری کے اہم موضوعات مثلاً فنونِ لطیفہ اور نظامِ اخلاق وغیرہ کی تشریح

...، مولفہ مولانا عبد السلام ندوی،

پاکستان میں چار مہینے

از

سید صباح الدین عبد الرحمن

(۴)

اقبال پر ایک اہم کتاب جناب بشیر احمد ڈار نے اقبال پر جو کتاب لکھی ہے، وہ پانچسو چھیالیس[546] صفحے کی ہے، یہ جس محنت اور دیدہ وری سے لکھی گئی ہے، پاکستان میں ایسی تصنیف کم قلمبند ہوئی ہوگی اسکے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کی نظر کانٹ کے فلسفۂ استدلال اور قوتِ ارادی، فشٹے کی فکر خود آگاہی، شوپنہار کے تخیلِ فکر، قوتِ ارادی، اور فطری معلومات، ہلٹن کے نظریۂ شیئیت، برگساں کے تخیلِ عشق، ہیگل کی روشن خیالی، نطشے کے مستقبل کے خواب، جیمس وارڈ کے فلسفہ پر سائنٹفک اثر، عقلیت اور میکانزم کے خلاف میک ڈوگل اور لارڈ مورگن کی بغاوت، ولیم جیمس کے نظریۂ عملیت، کارلائل کے چارٹزم، براؤننگ کی نیچر نوازی اور برنارڈ شا کے فلسفہ قوتِ ارادی پر گہری طور پر رہی ہے، اگر ان تمام فلسفیانہ نظریوں پر بحث کرکے وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ اقبال نے ان فلسفیوں میں سے کسی ایک کی بھی کورانہ تقلید نہیں کی ہے، بلکہ اُن کی اپنی ایک اہم حیثیت ہے جس کی مماثلت اُن میں سے کسی ایک فلسفی سے بھی نہیں کی جا سکتی ہے، (ص ۵۴۴)

مصنف کی حسب ذیل رائے بہت ہی غور و فکر پر مبنی ہے جس سے اس راقم کو بھی اختلاف نہیں ہے،

" اقبال نے زندگی کے مسائل کو اپنی انفرادی نظر سے دیکھا ہے، یہ اسلام کے

...دوں پر مبنی ہے، ان پر مسلم کلچر کا رنگ چڑھا ہوا ہے، اس پر بحث بالکل
...کر اُن کے خیالات کی تنظیم نے جُلے اجزا رہے ہے، جن کے کچھ حصّے کبھی
...دوسرے مغربی مفکر سے مستعار لئے گئے ہیں، اُن کے اپنے خیالات میں
...تیب و تنظیم ہے، جو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں، اُن کے بعض
...مغربی مفکرین سے ملے جلے معلوم ہوتے ہیں لیکن در اصل یہ خیالات وہی
...مفکروں کے یہاں بھی گذشتہ دور میں پائے گئے ہیں، اس کا فرق
...سائنس کی نئی ایجادات اور خیالات کی تدریجی ترقی سے ان ہی خیالات
...اور منطقیانہ طور پر مرتب کر دیا گیا ہے، اقبال کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے
...لم و فضل سے پورا فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے ان فلسفیانہ خیالات کا
...جو اسلام کے بنیادی عقاید پر مبنی تو ضرور تھے لیکن وہ اسلئے نظر انداز
...لوں کو ان کی عام واقفیت نہ تھی، اور اُن کے اظہار کرنے میں ترتیب
...، اقبال نے ان ہی خیالات کو کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں
...اس کو منطقیانہ ترتیب دے کر عجیب و غریب بنا دیا ہے،

(ص - ۵۴۵)

...فیانہ رنگ میں لکھی گئی ہے، فاضل مؤلف خود ایک اچھے فلسفی ہیں، اس لئے ان کے
...طلاحات نکل گئے ہیں، جن کا سمجھنا ایک فلسفی کے لئے تو آسان ہے، مگر عام
...ہے، اس لئے فاضل مؤلف ان اصطلاحات کی تصریحات بھی کرتے جاتے،
...کو سمجھنے میں زیادہ وقت نہ ہوتی، خود اس راقم کو بہت سی اصطلاحات
...ت کی ڈکشنری کا سہارا لینا پڑا، اس طرح جن یوروپی مفکرین کا ذکر

اس کتاب میں آیا ہے، وہ بہت ہی مشہور و معروف ضرور ہیں لیکن مباحث کے اندر یا آغاز میں مختصر طور پر اُن کے کچھ حالات زندگی درج کر دیے جاتے تو کتاب کی افادیت اُن کے عام ناظرین کے لیے اور بھی بڑھ جاتی، جو اُن سے بہت زیادہ واقف نہیں، یہ بزم اقبال، کلب روڈ لاہور سے شائع ہوئی، میرے سامنے اس کا دوسرا اڈیشن ہے، جو ۱۹۶۵ء میں طبع ہوا تھا، اس وقت اس کی قیمت چھ روپیہ رکھی گئی تھی، اب تو اس کی قیمت بہت بڑھا دی گئی ہوگی،

ڈاکٹر ریاض الاسلام

راشدی صاحب کے مکان ہی پر کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام نے اپنی ایک انگریزی تصنیف انڈو پرشین ریلیشنز دی، اس کو بھی خالی اوقات میں پڑھتا رہا، یہ کتاب در اصل وہ مقالہ ہے، جس پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو ۱۹۵۷ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری ملی، اب یہ ایرانین کلچر فاؤنڈیشن تہران کی طرف سے بہت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اس میں دس ابواب کے علاوہ گیارہ ضمیمے بھی ہیں، کتابیات کی فہرست الگ ہے، پانچ تصویریں ہیں جن میں مغل اور صفوی خاندانوں کی تصویریں ہیں، ان میں ایک جہانگیر کے دربار کے مشہور مصوّر کشن داس کی بھی ہے، یہ ہندوستان کے مغل بادشاہوں اور ایران کے صفوی حکمرانوں کے سیاسی تعلقات پر بڑی باوزن تصنیف کہی جا سکتی ہے، اس موضوع پر قدیم و جدید، قلمی اور مطبوعہ جتنے ماخذ مل سکتے تھے، مصنف نے اُن سے پورا استفادہ کیا ہے، مغلوں کے پورے دور حکومت میں مختلف تاریخوں میں جو بکھرے معلومات تھے، وہ اس میں پوری محنت، کاوش اور تحقیق کے ساتھ یکجا جمع کر دیئے گئے ہیں، اس طرح اس موضوع کا بہت ہی واضح، مفصل اور مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے، اس کا انداز بیان نکھرا اور ستھرا ہے، سارے واقعات اس طرح ترتیب دیئے گئے ہیں کہ ناظرین خود ان سے اپنی رائے آسانی سے قائم کر سکتے ہیں، تحریر میں کہیں نوک سوزن اور نیش خار نہیں، آخر میں تتمہ کے عنوان سے مصنف نے اپنی جس رائے کا

حلات نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہمایوں سے عالمگیر کے عہد تک قندھار کے لئے
ں بڑی آویزش رہی کبھی یہ مغلوں اور کبھی صفویوں کے قبضہ میں آجاتا، بالآخر
وست بردار ہونا پڑا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفوی حکمران مغل بادشاہوں سے
قوی ثابت ہوئے، اس آویزش کے باوجود یہ پہلو بھی عجیب و غریب نظر
کے حکمران اپنے اپنے سفرا بھیج کر باہمی خوشگوار تعلقات بھی قائم کرنے کی
ن کی للچائی نظر ہندوستان پر برابر پڑتی رہی بعض صفوی حکمران تو ہندوستان
تھے، شاہ عباس ثانی نے تو مراد، دارا شکوہ اور دکن کی ریاستوں کی
اورنگ زیب کے خلاف ابھارنے کی بھی کوشش کی، اس طرح اورنگزیب
کی ریاستوں کے خلاف جو روش اختیار کی تھی، اس کا تجزیہ اس روشنی
ایران کے دبے ہوئے سیاسی جذبات نادر شاہ کے بے سود اور لاحاصل
کے ساتھ ایک خونی آرتیخ وابستہ ہو کر رہ گئی ہے، لیکن اس حقیقت
سکتی ہے کہ مغل حکومت کے عروج کے عہد میں تمدنی، تہذیبی اور
ن اور ایران ایک گھر کے دو صحن بنے ہوئے تھے، ایرانی اثرات
ں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں، مگر مصنف کی کتاب کا یہ موضوع نہیں
ر حاصل بحث نہیں، نویں باب میں اس پر ایک سرسری نظر ڈال
ں کی ہے کہ اس عنوان سے بھی ایک اچھی اور باوزن کتاب

نے اپنی اس کتاب کے ساتھ منشآت حسن خاں شاملو کا بھی ایک
ٹش میوزیم سے حاصل کرکے اڈٹ کیا ہے، اور انسٹیٹیوٹ آف سنٹرل

اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی سے شائع کیا ہے، جس کے وہ سکریٹری بھی ہیں، اس کے فاضل مرتب کا خیال ہے کہ یہ ایرانی سفارتی خط و کتابت کا ایک اہم ماخذ ہے، مگر وہ اس کے مصنف کے تعین کرنے میں خود کامیاب نہیں ہوئے ہیں، اس میں ۶۳ مکتوبات ہیں، جو ایران کے شاہ صفی اور شاہ عباس کے عہد میں ہرات کے گورنر اور خراسان کے بیگلر بیگی حسن خاں شاملو اور عباس قلی خاں شاملو کی طرف سے توران کے خوانین اور مختلف شخصیتوں کے نام لکھے گئے تھے، دو مکتوب جہانگیری عہد کے امیر ظفر خاں حاکم کشمیر کے نام سے بھی ہیں، یہ مجموعہ ۱۶۴۹ء کے بعد مرتب ہوا، فاضل مرتب اس کی انشا پردازانہ تحریر سے بھی متاثر نظر نہیں آتے، بلکہ اس کو آورد سے بھری ہوئی شکل قرار دیتے ہیں، اس مجموعہ کی افادیت پر بھی ان کا قلم زیادہ نہیں چل سکا ہے، البتہ اس کے شروع میں "بمناسبت جشن دو ہزار و پانصدی شاہنشاہی ایران" درج ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کی طرف پاکستان کے صرف علمی خیر سگالی کے جذبہ کے اظہار کے لئے اس کو اڈٹ کرکے شائع کیا گیا ہے، اسی کتاب سے معلوم ہوا کہ اس کے مرتب نے ایسا مجموعہ بھی تیار کر لیا ہے جس میں ہندوستان اور ایران کے سفارتی خطوط ہوں گے، یہ اس برصغیر کے علمی حلقہ کے لئے نسبتہً زیادہ مفید کام ہوگا،

اقبال اکیڈمی کے جلسہ میں شرکت

۴ ستمبر کو پاکستان کے مشہور ادارہ اقبال اکیڈمی میں ایک علمی نشست تھی جس میں علامہ ڈاکٹر اقبال پر اُن کے ایک ہم جلیس جناب شوکت امرت سری صاحب اپنا ایک مقالہ پڑھنے والے تھے، اس کے ڈائرکٹر ڈاکٹر معزالدین نے بڑے اصرار کے ساتھ مجھ کو بھی بلایا، جناب ظفر الحسن صاحب معتمد اعزازی بیدل اکیڈمی خاص طور پر میری قیامگاہ پر آئے، اور مجھکو وہاں لے گئے، وہاں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری جناب سید الطاف بریلوی اور پاکستان کے بہت ہی پاکیزہ ذوق رکھنے والے شاعر اور فاران کے اڈیٹر ماہر القادری سے

ت ہوئی، دونوں حضرات بڑی محبت سے پیش آئے، اسی مجلس میں ڈاکٹر
ارف ہوا، اُن کا آبائی وطن اجمیر تھا، ام۔ اے۔ او کالج علی گڑھ سے
س۔ سی کیا، پھر آکسفورڈ جاکر مزید تعلیم حاصل کی، ۱۹۵۵ء میں جنگلات کے
سے سے ریٹائر ہوئے، اقبالیات کا بڑا اچھا ذوق رکھتے ہیں، ان ہی نے
سرار خودی کا ترجمہ عربی میں کر دیا، جس کے لئے ہز ہائی نس آغا خاں نے سرمایہ
سی سے اقبال کی بعض نظموں کے ترجمے اطالوی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں
انھوں نے انگریزی میں، اقبال پر حسب ذیل کتابیں لکھیں:۔

(1) Iqbal: His art and Thought (2) S
Iqbal, (3) Glimpses of Iq
(4) Thoughts and Reflection of
(5) Introduction To Iqbal.

ت اقبال اور مقالات اقبال بھی مرتب کی ہیں، جلسہ کی کارروائی
ب شوق امرتسری نے اپنا مقالہ پڑھا، جو بہت محنت اور خوش سلیقگی سے
یادہ تر حصہ میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ ڈاکٹر اقبال ؒ سوشلسٹ تھے،"
وہ سوشلسٹ تو یقیناً کسی لحاظ سے نہ تھے، البتہ جب فاضل مقالہ نگار
دہ وحدت الوجودی نہ تھے، تو میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ
ق الٰہی کی سرشاری اور وارفتگی سے مراد ہے تو ڈاکٹر اقبال وحدت الوجود
ت الدین یحییٰ منیری، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت اشرف جہانگیر سمنانی
در میں شاہ ولی اللہ وحدت الوجود کے قائل رہے تو ڈاکٹر اقبال کیسے

اس کے منکر ہو سکتے تھے، عام خیال یہ ہے کہ وحدت الوجود کے حامی اسلامی شریعت سے بیگانہ ہو جاتے ہیں، مگر یہ بزرگان دین تو وحدت الوجود کے قائل ہونے کے ساتھ اتباع شریعت کا بڑا سخت لحاظ رکھتے، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری فرمایا کرتے کہ شریعت کے بغیر راہِ طریقت میں غرور، جہل، پندار اور حمق پیدا ہو جاتا ہے، جس کے بعد شیطان ورغلا کر ایمان برباد کر دیتا ہے، حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کا عقیدہ تھا کہ اولیاء اللہ فنا فی اللہ کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتے، جب تک کہ ظاہراً باطناً، قولاً فعلاً اور حالاً حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع نہ ہوں، حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کا قول ہے کہ جو وحدت الوجود کے ساتھ کفر و اسلام، امر و نہی، ثواب عذاب، رحم و قہر اور نبوت کے قائل ہیں وہ تو صوفیہ ہیں اور جو ان چیزوں کے قائل نہیں ہیں وہ سوفسطائیہ ہیں، وہ سوفسطائیوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں، شاہ ولی اللہ کا بیان ہے کہ ان کے چچا شاہ ابوالرضا وحدت الوجود کے قائل تھے مگر اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں شریعت کی پابندی کا اہتمام کرتے، حتی کہ سنتِ نبوی کی پیروی میں جب مسجد کے قریب پہونچتے تو کھڑے ہو جاتے، پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالتے، پھر دایاں پاؤں بڑھا کر مسجد میں داخل ہوتے، اگر وحدت الوجود کے حامیوں کا یہی شیوہ اور مسلک رہا، تو پھر ڈاکٹر اقبال کیسے اس کے مخالف ہو سکتے تھے،

خیال آیا کہ ڈاکٹر اقبال کی کتاب "ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء" اور اُن کی اسرار خودی میں ان کے ایسے خیالات کا وجود ضرور ہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وحدت الوجود کے نظریہ کو پسند نہ کرتے تھے، وہ واقعی ایسے وحدت الوجود کو تسلیم نہیں کرتے، جو مسلمانوں کو ذوقِ عمل سے محروم کر کے ان میں رجائیت کے بجائے قنوطیت پیدا کرے، اور اُن کو اس راہ میں جو بیخودی حاصل ہو اس سے وہ مذہب و اخلاق سے بیگانہ اور شرعی پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی گذاریں

ں کرکے فرار، اور گریز کو اپنا شیوہ بنالیں، یہ وحدت الوجود کا بگڑا ہوا نظریہ ہے،
ان وکفر، ہدایت وضلالت، نیکی و بدی، ثواب و عذاب کی تفریق مٹا دینے
یں، مگر ایسے وحدت الوجود کا رشتہ اسلام سے منسلک نہیں کیا جا سکتا،
وایسے ہی وحدت الوجود سے اختلاف رہا ہوگا، شیخ
ت الوجود کے بہت بڑے حامی سمجھے جاتے ہیں، ڈاکٹر اقبال پہلے تو اُن کے
ہ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ابن عربی نے اپنے نظریۂ وحدت الوجود کو قرآن وحدیث
سفہ بنا دیا ہے، لیکن ڈاکٹر اقبال کے غور و فکر کی گہرائی جیسے جیسے بڑھتی گئی، وحدت الوجود
کا خیال بدلتا گیا، اور وہ وحدت الوجود کے فطری نظام کو قرآن اور حدیث
ر کرنے لگے، اُن کی گلشن راز جدید، زبور عجم، جاوید نامہ، بال جبریل،
بایدکرد اور ارمغان حجاز میں ایسے اشعار ملیں گے جن سے ظاہر ہوگا کہ جب
وجود سے آشنا ہوئے، تو اس نظریہ سے اُن کی مخالفت جاتی رہی، بال جبریل

ں ہے اس جہان میں　　　　باقی ہے نمودِ سیمیا بی

ں ہے،

قی ہے زمان و مکان کی زناری

ہے زمان نہ مکاں لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ

ں بے خودی کے ذریعہ سے خدا تک پہونچنے کی تعلیم دیتے ہیں، اقبال بھی
ے خدا تک پہونچنے کی تلقین کرتے ہیں، دونوں کی منزل ایک ہے، اگر راہیں
ن ناتھ آزاد نے اپنی کتاب "اقبال اور اس کا عہد میں" اس موضوع پر

بہت اچھی بحث کی ہے، جس سے مجھکو پورا اتفاق ہے،

یہی ساری باتیں ذہن پر چھائی ہوئی تھیں کہ جناب شوق صاحب نے اپنا مقالہ ختم کیا، ڈاکٹر معزالدین نے فاضل مقالہ نگار سے سوالات کرنے کو کہا، کچھ سوالات و جوابات ہوئے، پھر ڈاکٹر معزالدین نے یکایک مجھ کو اپنے خیالات کے اظہار کرنے کو کہا، میرا جی چاہا کہ میں اب تک جو کچھ سوچ رہا تھا، اسی کو کہہ ڈالوں، مگر میرے پاس ہی جناب ماہر القادری بیٹھے تھے، وہ وحدت الوجود کے مخالف ہیں، مجھکو خیال آیا کہ یہ متنازعہ فیہ بحث کیوں چھیڑی جائے، اس لئے اس کو نظر انداز کرکے میں نے اقبال سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرے استاد علامہ سید سلیمان ندوی اقبال کے بہت قائل تھے، اپنی نجی صحبتوں میں ان کی فکر و نظر کی تعریف برابر کرتے رہتے تھے، جب اُن کی وفات کی خبر سنی تو رنج و اضطراب میں دیر تک ٹہلتے رہے، اس کے بعد معارف میں جو شذرات لکھے، وہ ان کی بہترین انشا پردازانہ تحریروں میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں، اس میں انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایسا عارف فلسفی، عاشقِ رسول، شاعرِ فلسفۂ اسلام کا ترجمان اور کاروانِ ملت کا حدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوا تھا، اور شاید یہ صدیوں کے بعد پیدا ہو، اس کے ذہن کا ہر ترانہ بانگ درا، اس کی جانِ حزیں کی ہر آواز زبورِ عجم، اس کے دل کی ہر فریاد پیامِ مشرق، اس کے شعر کی ہر پرواز بال جبریل تھا، اس کی فانی عمر ختم ہوگئی، لیکن ان کی زندگی کا ہر کارنامہ جاوید نامہ بن کر انشاء اللہ باقی رہے گا"،

اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ ڈاکٹر اقبال بھی سید صاحب کے بڑے معتقد تھے، ان کو اپنے ایک مکتوب میں جوئے شیر اسلامیہ کا فرہاد لکھا، اور ان سے علمی، ادبی اور مذہبی مسائل میں مشورے کرتے رہے، اور جب سید صاحب، ڈاکٹر اقبال اور راس مسعود نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان گئے، تو دونوں اس سفر میں اور بھی ایک دوسرے کے قریب تر ہوگئے، ایک رد

...صاحب سے کہا کہ جب تک آپ کی شاعری باقی ہے ہندوستان میں اسلام باقی رہیگا،
...میں جب تک ہندوستان میں دارالمصنفین کی مطبوعات باقی رہیں گی، ہندوستان میں
...مسعود نے دونوں کو روک کر کہا کہ یہ کیوں نہ کہا جائے، کہ جب تک ڈاکٹر
...دارالمصنفین کا لٹریچر ہندوستان میں باقی رہے گا، یہاں اسلام بھی باقی رہیگا،
...ے،

...کہ دارالمصنفین نے بھی اقبال کی خدمت اقبال کامل شائع کر کے کی ہے، مسلم
...فیسر اور ہندوستان کے مشہور ادیب جناب رشید احمد صدیقی صاحب نے
...ندوستان کی یونیورسٹیوں میں اقبال اسی اقبال کامل کے ذریعہ سے سمجھے جاتے
...لانا عبدالسلام ندوی نے اقبال کے پیام اور فلسفہ کو جس واضح اور صاف
...ور نہ سمجھا سکا ہے،

...کہا کہ اس وقت ہمارے ملک ہندوستان میں اقبال کی عظمت کا اعتراف
...ب اکبر علی خاں صاحب جب یو۔پی۔ کے گورنر تھے، تو انھوں نے اقبال
...لہ پڑھا، جو اخباروں میں کئی قسطوں میں شائع ہوتا رہا، ہماری مرکزی
...جشن بڑے اہتمام کے ساتھ منانے والی ہے، اس کے لئے مختلف کمیٹیاں

...وثوق کے ساتھ کہی کہ اس برصغیر میں اقبال کا سب سے بڑا پرستار اگر کوئی
...جو اردو کے مشہور شاعر بھی ہیں، اور اس وقت حکومتِ ہند کے محکمۂ اطلاعات
...وہ اقبال کی ہر چیز سے عشق رکھتے ہیں، آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ وہ ڈاکٹر
...ے متاثر ہوئے کہ ان کو قرطبہ دیکھنے کا شوق ہوا، وہ وہاں گئے، اور جس جگہ

ڈاکٹر اقبال نے دعا مانگی تھی، وہ بھی ڈھونڈھ نکالی، اور پھر وہاں کی مسجد کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہونچے کہ اقبال نے اس کے درو بام میں اُن عظیم شخصیتوں کے کردار کو جلوہ گر دیکھا جن کے عزائم نے یہ مسجد تعمیر کی، وہ میونخ بھی گئے، جہاں ڈاکٹر اقبال نے تعلیم پائی تھی، انھوں نے ڈاکٹر اقبال پر ایک نمایش بھی مرتب کر رکھی ہے، جو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بڑے شوق سے دکھاتے رہتے ہیں، وہ دارالمصنفین آئے، تو انھوں نے اقبال کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط کا ایک مجموعہ دیکھا تو ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، کیونکہ اس سے پہلے ایک ساتھ اقبال کے اتنے خطوط اُن کی نظر سے نہیں گذرے تھے، تہذیب مانع نہ ہوتی تو وہ خوشی میں رقص کرنے لگتے، اب وہ اس مجموعہ کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ شائع کرنے والے ہیں، وہ اقبال پر برابر مضامین لکھ رہے ہیں، بڑی جرأت کے ساتھ وہ اپنی تقریروں میں کہتے ہیں کہ اقبال پر الزام ہے کہ وہ مذہبی اور اسلامی شاعر تھے، مگر یہی اُن کا سب سے بڑا وصف ہے، جس سے وہ محروم نہیں کئے جا سکتے،

دنیا کے بہت سے بڑے شاعروں نے مذہب کو اپنا موضوع بنایا ہے، ویاس، والمیکی، دانتے، ملٹن اور گیٹے تو مذہبی شاعر ہی تھے، مگر اُن کے شاعرانہ کمالات سے کون انکار کر سکتا ہے،

جگن آزاد کا خیال ہے کہ اقبال کے خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، مگر اُن کے خیالات کی عظمت سے انکار ممکن نہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ اقبال نے جو بات کہی ہے وہ انسانیت کی بلندی سے کہی ہے، وہ صرف مقصد کی عظمت ہی کے قائل نہیں ہیں، بلکہ اس کے حصول کے لئے طریقِ کار کی عظمت کے بھی قائل ہیں، عظمت کے اس تصور نے ان کی شاعری کو ایک آفاقی حیثیت اور عالمگیر قدر بخشی ہے،

زا د کا خیال ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال وطنیت کے خلاف تھے،
ں سمجھے، اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اُن کی وطنی نظموں میں اسلام کا ہمہ گیر
ور اُن کے اسلام کے ہمہ گیر نظریوں میں وطنیت پائی جاتی ہے، مگر یہ بات
کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوسکتی ہے، مگر وہ اس نیشنلزم کے ہرگز قائل نہ تھے،
ست کی بنیاد رکھی جاتی ہے، لیکن ناتھ آزاد کا خیال ہے کہ اقبال کو اسلامی
ں، کیونکہ ڈانٹے اور ملٹن کو عیسائی شاعر نہیں کہا جاتا ہے، کالیداس ہندسی دکہا
نہیں کہلاتے، اقبال نے اسلامی تعلیمات ضرور پیش کی ہیں، مگر اس تعلیم کے ذریعہ
لم ہے، اور جادۂ عظمت پر گامزن ہے، اُن کے پورے کلام کو صحیفۂ عظمتِ آدم کے
ہے،

ں یہ کہا کہ اگر اقبال کو اسلامی شاعر ہی تسلیم کر لیا جائے تو وہ مسلمانوں کو جذبۂ
ت اور زبان دیکھنا چاہتے تھے، اور انھوں نے ان کا مقام چرخِ نیلی فام سے
ان کے مسلمان اُن کے اس پیام پر عمل کر رہے ہیں،

یا تو ڈاکٹر معز الدین میرے پاس آئے اور بولے کہ جو کچھ آپنے اس وقت کہا ہے، وہ قلمبند
و میں چھپ جائے، مگر کراچی کے قیام میں اسکو قلمبند کرنے کی فرصت نہ ملی، اچھے
نے اقبال اکیڈمی کے کتبخانہ کی سیر کرائی، یہ اس کی اپنی عمارت نہ تھی، بلکہ کرایہ کی تھی
ہو منتقل ہو رہی تھی، اسلئے اس کا سارا سامان بندھا پڑا تھا، مگر اسکی مطبوعات کی فہرست
ت سے اب تک اقبالیات پر اردو انگریزی، سندھی، گجراتی، پشتو، بنگالی، ترکی، جرمن، اور
ں ہیں، ڈاکٹر معز الدین نے لاہور پہنچ کر دارالمصنفین کو اس اکیڈمی کی تمام مطبوعات
تھا، مگر واپسی میں لاہور میں نہ ٹھہر سکا، اس لئے یہ کتابیں نہ مل سکیں،

(باقی)

علم الاخلاق اور فارسی نثر کی اخلاقی کتابیں

از ڈاکٹر محمد شرف عالم لکچرار بی، این کالج پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

علم الاخلاق یا اخلاقیات انسانی عادات و اطوار اور آداب و رسوم کی جانچ کی وہ کسوٹی ہے، جس پر انفرادی اور اجتماعی حرکات و سکنات کو پرکھ کر خیر و شر کا تعین کیا جاتا ہے، پروفیسر اجوینی اپنی کتاب تاریخ اخلاقیات میں اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"جو علم ایسے اصول بتاتا ہو جن سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی اور سچی قدر و قیمت کا تعین ہوسکے، اس کا نام علم اخلاق ہے[1]"

ماہر نفسیات نفس کی صلاحیتوں کے امکانات کی تحقیق کرتا ہے، اور معلم اخلاقیات ان صلاحیتوں کے استعمال کے طریقوں کی توضیح کرتا ہے، وہ انسانی افکار و اعمال کا صرف مطالعہ ہی نہیں کرتا، بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ انھیں کیسا ہونا چاہئے،

مذہب و عقل دونوں نے اس علم کو محترم و محبوب قرار دیا ہے، ابتدا میں مذہبی پیشواؤں، مصلحوں اور رہنماؤں نے اور پھر فلسفیوں نے اخلاقی احکام و اوامر، قواعد و ضوابط اور پند و نصیحت کو اپنے اپنے عہد کے ذہنی معیار کے مطابق عوام کے سامنے پیش کیا، یونان میں اخلاق کی روح کو فلسفہ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرنے کا اولین شرف سوفسطائیوں (۴۰۰-۵۰۰ ق م) کو حاصل ہے، پھر سقراط (۴۶۹ - ۳۹۹ ق م) نے ان مباحث کو وسعت دی، سقراط کو علم اخلاق

[1] تاریخ اخلاقیات از پروفیسر اجوین ترجمہ از احسان احمد جامعہ عثمانیہ،

...س قرار دیا جاتا ہے، اس کے شاگرد حکیم افلاطون کے مکالمے اور مباحثے بھی محفوظ ہیں،
...، اخلاقی قدروں کے حامل ہیں، ارسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) نے علم اخلاق کو ایک
...ن علم کی حیثیت سے پیش کیا، اسکی مشہور تصنیف "علم اخلاق" اس کا بین ثبوت ہے،
...یاست مدن پہلے خلط ملط تھے، ارسطو نے ان دونوں کو علحدہ علحدہ پیش کیا، لیکن ایک
...زم و ملزوم قرار دیا،

یونان کے بعد علم اخلاق کو پھر مذہب کی امان میں آنا پڑا، نصرانیت، عیسائیت اور
...کی بنیاد وحی الٰہی کے احکام پر رکھی، جب مذہب اسلام کے علمی دور کا آغاز ہوا
...ر اد اور خلافت قرطبہ کے زیر سایہ علوم و فنون نے ترقی کی منزلیں طے کیں تو بعض
...لاق کو بھی عقل و نقل کی نگاہ سے پرکھا، فلسفی علماء کی ایک جماعت نے عقل کی
...م مذہبی کو منطبق کرنے کی سعی کی، فلسفیوں کی اس جماعت میں فارابی، ابن مسکویہ
...یرہ قابلِ ذکر ہیں، علماء کی دوسری جماعت نے مذہب کو اخلاقی مسائل کی اساس
...ت کے افہام و تفہیم کے لئے عقل کو ایک آلہ کی حیثیت سے استعمال کرنے کی اجازت
...اسلام تھے،

...یات کو عقل و نقل کی نگاہ سے پرکھنے والے اور احکام مذہبی کو اساس عقل پر منطبق
...وں میں ابو النصر محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان فارابی (متولد ۲۵۹ ھ متوفی
...ت ۔ ۳۳۹ھ) کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے، میدان فلسفہ و حکمت میں فارابی کو
...ہیں، صوبہ خراسان کے شہر فاریاب کے رہنے والے اس فلسفی نے علم اخلاق پر درج
...وگاریں چھوڑی ہیں، (۱) التنبیہ علی سبیل السعادۃ (۲) تحصیل السعادۃ (۳) صدر
...رسطو، آخر الذکر تالیف کے بارے میں اسٹین شنیڈر کا بیان ہے کہ میں نے اس کتاب

کا ذکر متعدد یہود فلاسفہ کی کتابوں میں دیکھ کر عبرانی زبان میں اس کا ترجمہ کیا،[۱] اخلاقیات کے موضوع
پر مذکورہ تالیفات کے علاوہ بھی کئی اور رسالے فارابی سے منسوب ہیں، سیاستِ مدن پر فارابی کی اہم
تالیف آراء اہل المدینۃ الفاضلہ کے علاوہ کتاب الالفاظ الافلاطونیۃ وتکوین السیاسۃ الملوکیہ والاخلاق
اور کتاب السیاست المدنیہ الملقب بہ مبادی الموجودات وغیرہ بھی دستیاب ہیں،

فارابی نے اپنی تالیفات میں یہ ثابت کیا ہے کہ خیر و شر کے امتیاز کے لئے صرف عقل کافی ہے اور
عقل جو انسان کو خدا کی طرف سے عطا کی گئی ہے، اسی کا کام ہے، کہ ہمکو راہ راست بتائے،[۲] فارابی
کے فلسفہ کی بنیاد ارسطو کا فلسفہ اور نو افلاطونی فلسفہ ہے، اس کے فلسفہ کو نو افلاطونی اسلامی فلسفہ
کا نام دیا جا سکتا ہے، قرآن اور فلسفہ دونوں پر فارابی کا عقیدہ راسخ تھا اس نے معلم اول ارسطو کی
کتابوں کی ترتیب پیش کی، اپنی تالیفات میں کہیں وہ افلاطون کی ہم نوائی کرتا ہے اور کبھی ارسطو کا
ہم خیال ہو جاتا ہے،

فارابی نے اپنی تحریروں میں لفظ سے زیادہ معنی پر توجہ کی ہے، اس کا طرز بیان پیچیدہ ہو گیا
ہے، جدید ایران کے ایک صاحب علم علی اکبر محققی کے الفاظ ہیں:۔

"جملاتش طولانی و عباراتش نارسا است ازیں رو فہمیدن مقاصد او سہل و آسان نیست بلکہ بے اندازہ پیچیدہ است، عبارات تالیفاتش روان و سلیس نیست و از زیبائی ادبی بہرہ ای ندارد"[۳]

اس کے جملے طویل اور عبارتیں نارسا ہیں، اس وجہ سے اس کے مقاصد کا سمجھنا آسان نہیں، بلکہ بعید پیچیدہ ہے، اس کی تالیفات کی عبارتیں رواں اور سلیس نہیں ہیں، اور ادبی زیبائش سے بے بہرہ ہیں،

---

[۱] فارابی ص ۱۱ از رئیس احمد جعفری [۲] تاریخ فلاسفۃ الاسلام از محمد لطفی جمعہ ترجمہ از میر ولی الدین ص ۲ [۳] مجلہ نشریہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی دانشگاہ تہران آبادگان، مقالہ از علی اکبر محققی ص ۳ شمارہ بہار ۱۹۷۶ء

...وجود شیخ الرئیس بوعلی سینا فارابی کی قدر و منزلت کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے،

...کلید دروازۂ شہر علم را	ابونصر فارابی نے شہر علم کے دروازہ کی کنجی
...برکات انفاس قدسی	انھیں عطا کی اور اُن کی تالیفات نفیس
...س اور وحش فتوح یافت	اور انفاس قدسی کی برکات سے ان کی
...یار و درخشان استفاضہ	روح نے فتوح حاصل اور ان کے درخشاں
	اور گہربار کلمات سے استفادہ کیا،

...ی و نقلی بحث پیش کرنے والا سب سے بڑا مفکر ابوعلی خازن احمد بن محمد بن یعقوب (متوفی ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء) ہے، ابن مسکویہ خاندان آلِ بویہ کے فاتح بغداد ... وزیر المہلبی کا سکریٹری تھا، وہ شیراز اور رے میں لائبریرین کے عہدہ پر فائز ... نے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے، اسے ع.ب کے معروف عالموں اور مورخوں میں ... یہ کو خاندان آل بویہ کے حکمرانوں بالخصوص عضد الدولہ کے دربار میں بڑا تقرب ... اس کی شہرۂ آفاق تالیف "تہذیب الاخلاق وتطہیر الاعراق" کو قبول خاص ... سن اس کتاب کی اہمیت و افادیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے، کہ ... سفۂ اخلاق پر یہ اہم ترین کتاب ہے[2]"، چھ مقالات پر محتوی اس کتاب میں ... یادہ قوت فکر اور زور قلم صرف کیا ہے اور حکمائے یونان افلاطون، جالینوس ... اسلامی تعلیمات کے ساتھ آمیز کرکے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے ... تالیفات و تعلیمات کے اخلاقی اجزا کا غلبہ نظر آتا ہے، اس کا فلسفیانہ

... ادبیات وعلوم انسانی دانشگاہ آذرآبادگان، شمارہ بہار ۱۳۹۲ھ مطابق
... شنڈیز ان مسلم ایتھکس،

مسلک ارسطاطالیسی ہے، اور وہ متقدمین و معاصرین و متاخرین فلاسفہ کی طرح یونانی فلسفہ کو بہت اہمیت دیتا ہے، محمد لطفی جمعہ نے اپنی کتاب تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں ارسطو کے ساتھ ابن مسکویہ کے تعلق کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

"ابن مسکویہ نے معلم اول ارسطو کی عظمت و شان کو اس درجہ بلند کیا کہ اسے قابل پرستش بنا دیا"

ابن مسکویہ نے مذکورۂ بالا کتاب کے علاوہ علم اخلاق کے موضوع پر ایک اور تالیف جاویدان الحکمۃ الخالدۃ کے نام سے قلم بند کی ہے[1]، ماخذ قدیم پر مبنی اس کتاب میں ایران باستان کے اقوال بزرگان کو ہندی، فارسی، رومی اور اسلامی حکمتوں کے ساتھ ملا دیا گیا ہے، ابن مسکویہ کی اس کتاب کی بنیاد قانون الحکمۃ والدستور ہے، افسانوی روایت کے مطابق ایران باستان کے بادشاہ ہوشنگ کی وصیتیں اس کتاب میں درج ہیں، شاہ ہوشنگ کا مخاطب اس کا بیٹا ہے، ابن مسکویہ نے ان مضامین و مطالب کو شرح و بسط کے ساتھ اپنی تالیف میں بیان کیا، یہ کتاب ایک بار شہنشاہ جہانگیر کے معاصر تقی الدین محمد بن شیخ محمد ارجانی تستری کے ذریعہ جاویدانِ خرد کے نام سے اور دوسری بار شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے ایک معاصر شمس الدین محمد حسین حکیم (متوفی ۱۱۰۵ھ) کے ذریعہ انتخاب شایستہ خانی کے نام سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئی، ابن مسکویہ سے پہلے عہد اسلامی کے ایک مولف ابوالحسن محمد بن یوسف عامری نیشاپوری (متوفی ۳۸۱ھ) نے جاویدانِ خرد کا ذکر کیا ہے، اور اپنی تالیف کتاب السعادۃ والاسعاد فی السیرۃ الانسانیہ میں اسے ایرانیوں کی ایک عمدہ کتاب تسلیم کیا ہے،

ابوعلی حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا الملقب بہ شیخ الرئیس (متولد ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ء متوفی ۴۲۸ھ) نے صنف اخلاقیات میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب "البر والاثم" تالیف

---

[1] صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ اس کتاب کو مامون الرشید کے وزیر حسن بن سہل نے فارسی سے عربی میں منتقل کیا، اور اس کا خلاصہ بھی کیا، ابن مسکویہ نے اس خلاصہ کو اپنی کتاب آداب العرب والفرس کے مقدمہ میں درج کیا ہے "معارف"

...س کی مذکورہ تاریخ ولادت ووفات محمد لطفی جمعہ نے اپنی تالیف تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں
...لیکن سید جلالی نے ان تاریخوں سے قدرے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، "شیخ کی پیدائش
... ۳۷۰ھ کو اور روایت صحیح کے مطابق ۴۲۳ھ میں مقام خرمیثن میں ہوئی اور سال وفات
... لیکن ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی تحقیق کے مطابق سال ولادت ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ عیسوی ہے
...لطفی جمعہ کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے، سید جلالی کی ایک اور تحقیق شیخ الرئیس
...سے خالی نہ ہوگی انھوں نے شیخ الرئیس کی ایک سوانح حیات لکھی ہے اپنی اس تالیف کا نام
...ابو علی شیخ الرئیس شرف الملک حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا رکھا ہے حالانکہ
...رسطو کو معلم اول اور فارابی کو معلم ثانی کا لقب دیا ہے، تاریخ ادبیات میں بھی ایسا ہی مذکور
... ۱۹۷۶ء) مجلۂ دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی کا شمارہ بہار ۱۳۵۴ھ ش دشمارہ مسلسل ۱۱۲
...یں خاص نمبر کے طور پر شائع ہوا اور اس سے پہلے ۱۳۵۳ھ ش مطابق ۱۹۷۴ء میں ایران
...موسسات آموزش وپژوهش میں ابو نصر فارابی معلم ثانی کی یاد میں کانفرنسیں سیمینار اور
...تھے، ان کانفرنسوں میں فارابی پر بڑے پُر مغز اور تحقیقی مقالات پڑھے گئے اور علمی بحثیں
...آبادگان میں منعقدہ کانگریس میں پڑھے گئے اس قسم کے دس تحقیقی مقالات مجلۂ مذکور

...علی سینا نے ابو الحسن عروضی کی درخواست پر کتاب مجموع تالیف کی اس کتاب
...وہ دیگر تمام علوم نہایت شرح وبسط کے ساتھ قلم بند ہوئے ہیں، شیخ ابو بکر برقی
...فقہ و تفسیر کا بڑا عالم تھا، شیخ الرئیس سے التماس کی کہ علم اخلاق میں کسی کتاب
...انچہ کتاب البر والاثم معرض وجود میں آئی، ابن خلکان کے مطابق کتاب کی

...یس ابو علی سینا از سید جلالی ۵۳ گنجینۂ سخن ص ۲۰۴ از ڈاکٹر ذبیح اللہ

تالیف کے وقت شیخ کی عمر صرف بائیس سال تھی، شیخ الرئیس کے ادبی شہ پاروں کا ایک حصہ ظفر نامہ
کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کا مضمون بزرگمہر کے اقوال ونصائح پر مبنی ہے، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا
کی رائے ہے کہ یہ کتاب در اصل پہلوی زبان میں تھی، جو نوح بن منصور سامانی کے حکم سے فارسی میں
منتقل ہوئی، اور بعد میں بہت سی کتابوں کے ساتھ یہ بھی ابن سینا کے نام سے منسوب ہو گئی،

اخلاق وسیاست کا موضوع فارسی زبان کے ادیبوں کے درمیان خاص اہمیت کا حامل رہا ہے
عربی زبان میں اس موضوع پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ تمدن اسلامی کے زیر اثر کچھ زیادہ رہا، اس
اس موضوع پر عربی تالیفات کے ماخذ عربی کے علاوہ ایرانی اور دیگر زبانیں رہیں، فارسی زبان
میں اس موضوع سے متعلق تالیفات، ترجموں اور اقتباسات کے ماخذ ایک تو قدیم ایرانی زبانیں
بالخصوص پہلوی زبان کا ادب ہیں، دوسرے ایرانیوں کی وہ کتابیں ہیں جو عربی میں منتقل
ہو چکی ہیں یا پھر مواعظ ونصائح، آداب ورسوم، تمدن ومعاشرت، علم وحکمت اور فلسفہ ودانش
کی وہ ایرانی کتابیں ہیں جو اسلامی تہذیب وثقافت کے زیر اثر تالیف ہوئیں، طبرستان
کے بادشاہ گشنسپ شاہ نے شہنشاہ اردشیر بابکان کے آغاز حکومت کے ایام میں اطاعت و
باجگذاری قبول کرنے کے سلسلہ میں چند سوالات کئے تھے، اردشیر کے موبدوں نے ان کے
جواب مرتب کئے تھے، پہلوی ادبیات میں یہ بہت معروف تھے، ابن المقفع (متوفی ۱۴۲ھ مطابق
۷۶۰ء) نے عربی میں ان کا ترجمہ کر دیا تھا، بعد کو اس نوشتہ کا پہلوی نسخہ دیگر بے شمار علمی آثار
کے ساتھ دستبرد زمانہ کی نذر ہو گیا، لیکن عربی نسخہ اتفاقاً خوارزم میں محمد بن حسن بن اسفندیار معروف
ابن اسفندیار کے پاس محفوظ رہ گیا، اس نے اس کا فصیح فارسی میں ترجمہ کیا، جو طبع ہو چکا
ہے، اس کے فرانسیسی اور انگریزی ترجمے بھی ہو چکے ہیں،

اس موضوع پر ایک بہت ہی معروف ومقبول کتاب قابوس نامہ ہے جس کی افادیت و

روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا لکھتے ہیں :۔

آں را از امہات کتب فارسی و یکی از
ین آثار معروف فرہنگ ایرانی
از معمول دانست (گنجینۂ سخن جلد ۲[۲۴])

اسے فارسی کی اہم کتابوں میں سمجھنا چاہئے
اور مغلوں سے پہلے کے ایران کے بہترین
آثار علم و دانش میں شمار کرنا چاہئے ،

عنصر المعالی کیکاؤس بن اسکندر بن شمس المعالی قابوس بن وشمگیر بن زیار (متوفی
نے اپنے بیٹے گیلان شاہ کی تربیت کی غرض سے پند و نصائح پر مبنی یہ کتاب (قابوس نامہ)
اس میں تمام امور رسوم اور عادات و خصائل کے حدود متعین و مقرر کئے گئے ہیں اور
سب اور پیشہ کے تقاضوں ا۔۔ آداب کو مرتب کیا گیا ہے ، قابوس نامہ کی تاریخ تالیف میں
مؤلف کے مقدمۂ کتاب میں درج ہے ،

ایں را آغاز کردم بسنہ خمس وسبعین واربعمایۃ" (۴۷۵ ہجری)

۴۷۵ کو جارج ایڈورڈ براؤن ، ڈاکٹر رضا زادہ شفق اور ملک الشعراء محمد تقی
دیا ہے ، لیکن مشکل یہ ہے کہ تاریخ مازندران ، حبیب السیر اور تاریخ طبرستان وغیرہ
مؤلف کی تاریخ وفات بالاتفاق ۴۶۲ ہجری بیان کی گئی ہے ، اس بنا پر قابوس نامہ کا
، یہ مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے ، ممکن ہے نسخۂ قدیم پر کاتب نے غلطی سے بجائے
۴۷۵ درج کر دیا ہو ، جو بغیر تحقیق بعد کے تمام نسخوں میں نقل ہوتا رہا ،
کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیکاؤس نے اس کتاب کا نام نصیحت نامہ رکھا تھا ، ہو سکتا
کے نام کی رعایت سے اس کے بجائے قابوس نامہ مشہور ہو گیا ہو ، یہ چوالیس[۴۴] ابواب پر مشتمل
بان اور طرز بیان وہی ہے ، جو چوتھی پانچویں صدی ہجری میں ایران کے فارسی ادیبوں
نچ تھی ، شروع سے آخر تک کہیں تصنع و تکلف کی مثال نہیں ملتی ، زبان و بیان

کی سادگی و روانی اور بے تکلفی پوری اثر آفرینی اور سحر کاری کے ساتھ ہر جگہ نمایاں ہے ، اس میں عربی
کے صرف وہی الفاظ اور عبارتیں استعمال ہوئی ہیں جو اس عہد کی فارسی ادبیات میں رائج تھیں ، مؤلف
کتاب فارسی اور طبری زبان میں شعر بھی کہتا تھا ، چنانچہ قابوس نامہ کے اڑتالیس اشعار میں سے اکتیس[۳۱]
خود امیر عنصر المعالی کیکاؤس کے ہیں ، باقی میں سے گیارہ گمنام طور پر نقل ہوئے ہیں اور عسجدی مروزی
گرگانی ، فرخی کے ایک ایک اور ابو شکور بلخی کے دو شعر آئے ہیں ، ایک عربی شعر بھی ہے ، قابوس نامہ
کا متن تہران سے دوبار ۱۲۸۵ ہجری اور ۱۲۸۵ ہجری میں شائع ہو چکا ہے ، ابھی چند سال پہلے مفصل مقدمہ
کے ساتھ ایک ایرانی ایڈیشن طبع ہوا ہے ،

امیر عنصر المعالی کی وفات کے تقریباً بائیس سال بعد نظام الملک طوسی (متولد ۴۰۸ یا ۴۱۰ متوفی ۴۸۵ ہجری مطابق
۱۰۹۲ میلادی) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب سیاست نامہ ۴۸۴ ہجری میں تالیف کی ، نظام الملک طوسی اپنی
عمر کے آخری چونتیس[۳۴] سال وزارت اور وزارت عظمیٰ کے اہم عہدوں پر فائز رہا ، اس نے اپنے تجربات
زندگی سیاست نامہ کی پچاس فصلوں میں درج کر دیئے ہیں ، ان پچاس ابواب میں سے تینتالیس[۴۳] ابواب
کے عنوانات وہی ہیں جو قابوس نامہ کے ہیں ، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا سیاست نامہ کے متعلق اپنی کتاب
تاریخ ادبیات در ایران میں تحریر کرتے ہیں :۔

"........ و امروز یکی از جملۂ بہترین
آثار ادبی فارسی شمردہ می شود ، ایں
کتاب در سلاست انشا و جزالت
عبارت و روشنی مطالب و تنوع
موضوع در میان کتب فارسی کم نظیر است

یہ فارسی کے بہترین ادبی آثار میں شمار
ہوتی ہے ، بیان کی سلاست ، عبارت کی
خوبی ، موضوع کے تنوع اور مطالب کی
وضاحت کے اعتبار سے فارسی میں اس کی
نظیر کمیاب ہے ،

لہ تاریخ ادبیات در ایران ص ۹۰۵ جلد دوم از ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا ،

تشکیلات سیاسی و مملکتی ایران کہ در دورہ
پیش از غلبہ مغولان و خاصہ در دورہ
سلجوقیان بزرگ بدست آوردہ و ایں
جنبہ خاص است کہ سیاست نامہ
را در شمار کتب معرف فرہنگ و تشکیلات
اجتماعی ایران در عہد قدیم قرار میدہد[۵]

خصوصاً سلجوقی دور کی سیاسی اور ملکی تشکیلات
کے بارہ میں بہت اہم معلومات حاصل ہوتی
ہیں، اس بناء پر سیاست نامہ عہد قدیم
میں ایران کی اجتماعی زندگی کے بارے
میں اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔

تالیف کتاب کے متعلق خواجہ نظام الملک نے مقدمہ کتاب میں خود صراحت کر دی ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ایماء پر امور حکومت و جہانداری کے مستحکم دستور و آئین پر قدیم بادشاہوں کے رسوم و رموز اور اپنی وصیتوں پر ایک مبسوط کتاب قلمبند کرکے اپنے پاس رکھ لی، جب ملک شاہ ۴۸۵ھ میں بغداد گیا تو کتاب کے اجزا بادشاہ کے کاتب خاص محمد مغربی کے حوالے کر گئے، تاکہ یہ اوراق بیاض کی شکل میں ہو جائیں، نظام الملک نے پہلے سیاست نامہ انتالیس[۳۹] ابواب میں مرتب کیا تھا، لیکن بادشاہ کی پسندیدگی کے بعد اختصار کی جگہ تفصیل سے کام لیا، ہر باب کے ضمن میں بہت سے نکات کا اضافہ کیا، اور گیارہ ابواب بڑھا دیئے، اس کے بعد مذکورہ بالا شاہی کاتب نے اس کی کتابت و آرائش کا کام شروع کیا، جو محمد بن ملک شاہ کے عہد (۴۹۲ھ، ۵۱۱ھ) میں انجام کو پہونچا، لیکن اس اثنا میں ملک شاہ کی بھی وفات ہو گئی، اور نظام الملک بھی باطنیوں کے اشارہ پر جام شہادت نوش کیا،

سیاست نامہ کے علاوہ نظام الملک کا ایک مکتوب بھی دستیاب ہوا ہے، جو انھوں نے اپنے بیٹے نظام الدین ابو الفتح فخر الملک کو اس وقت تحریر کیا تھا جب وہ الپ ارسلان کے عہد میں

۵ تاریخ ادبیات در ایران جلد دوم،

…پر نظام الملک خود لکھتے ہیں۔

…ن کتاب ہم پند است و ہم
…ت و ہم تفسیر قرآن و ہم
…ت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
… انبیاء علیہم السلام و ہم
…کایات پادشاہان عادل
…شتگان خبر است و از
…ستہ و باایں ہمہ درازی
…ایستہ پادشاہ دادگر است[۱]

اس کتاب میں امثال و نصائح، تفسیر و
و حدیث قصص انبیاء و حکایات بادشاہان
عادل سبھی چیزیں ہیں گذرے ہوئے
لوگوں کے واقعات ہیں اور جو رہ گئے
ہیں ان کے لئے داستان عبرت ہے اس
طوالت کے باوجود مختصر ہے، اور منصف
بادشاہ کے لائق ہے،

…سلاست زبان اور مؤلف کی بلاغت، اور مہارت تحریر کا یہ عالم ہے کہ صدیاں
…ت اس کتاب کی تازگی اور مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی، کتاب کی انشا کے
…صفا لکھتے ہیں۔

…فصیح و منسجم ہیچ
…رہ و دور از لزوم نیست
…صریح آں ہیچ گونہ ابہامی
…شتہ است[۲]

اس رواں اور فصیح نثر میں کوئی تعقید بے محل
نہیں آیا ہے، چھوٹے چھوٹے صاف جملے
ہیں جن میں کسی قسم کا ابہام
نہیں ہے،

…تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

…ات ذی قیمت دربا…
اسی کے ذریعہ مغلوں سے پہلے کے ایران

…الملک طوسی ۲ تاریخ ادبیات در ایران جلد دوم،

...ہ کے ساتھ فارس جانے کے بعد مامور ہوا تھا وزارت کے شرائط و وصایا، اور
...ت پر مشتمل یہ مکتوب وصایائے نظام الملک یا دستور الوزرا کے نام
...، ایک اور رسالہ بنام قانون الملک بھی نظام الملک کے نام سے منسوب ہے،
...سیاست نامہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے،

...سلام امام غزالی (متولد ۴۵۰ھ متوفی ۵۰۵ھ مطابق ۱۱۱۱ء) نے سلطان سنجر بن ملکشاہ
...۵۰۳ھ ۱۱۰۹ء میں ایک کتاب نصیحۃ الملوک کے نام سے تالیف کی، اس کا موضوع
...ت ہے، مؤلف نے دعویٰ کیا کہ کتاب کی بنیاد دین پر قائم کی گئی ہے، لیکن فلاسفہ کی
...یں کتاب کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف اپنے دعویٰ میں پورے نہ اتر سکے
...عت سے بادشاہ اور درباریوں کی ہدایت و رہنمائی مقصود تھی، آغاز کتاب میں اعتقاد
...اصول و مسائل کا ذکر ہے، پھر اس کے بعد بادشاہوں وزیروں، دبیروں
...وں کی سیرت و حکمت بیان ہوئی ہے، اس کتاب کا ترجمہ عربی میں التبر المسبوک
...کے نام سے ہوا ہے، ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے،

...امام غزالی کی ذات محتاج تعارف نہیں، انھوں نے اسلامی عقائد و اعمال اخلاق
...ب و معاشرت پر ایک اہم کتاب احیاء العلوم تصنیف کی ہے، پھر فارسی دانوں
...ب کا خلاصہ کیمیائے سعادت کے نام سے خود ہی کیا ہے،

...استان کلیلہ و دمنہ سنسکرت سے پہلوی زبان میں منتقل ہوئی اور پھر عبداللہ بن مقفع نے پہلوی
...یا اور سامانی عہد میں فارسی نظم اور نثر کا جامہ عطا ہو چکا تھا لیکن اب وہ ناپید ہے اس وقت
...نثر کے چند ابیات باقی ہیں، ابو المعالی نصر اللہ بن عبد اللہ نے ابن المقفع کے عربی ترجمے سے ۵۳۹ھ
...سی میں منتقل کی اور اسے بہرام شاہ غزنوی (۵۱۲ - ۵۴۷ھ) کے نام معنون کیا

ابو المعالی نصر اللہ نے اس میں فارسی و عربی امثال و اشعار کا اضافہ بھی کیا ہے، اپنی عمدہ نثر کی وجہ
سے یہ کتاب فارسی کی ادبی کتابوں میں شمار ہوتی ہے، (کلیلہ و دمنہ کے ماخذ و تراجم پر راقم کا ایک
تفصیلی مقالہ معارف کے دسمبر ۵۹ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے،

کلیلہ و دمنہ کے علاوہ مرزبان نامہ، جوامع الحکایات اور سندباد نامہ وغیرہ کتابیں بھی
اخلاق و موعظت کے زمرے میں آتی ہیں، گلستان سعدی اور اس کی تقلید میں جتنی کتابیں معرض
وجود میں آئیں ان کا موضوع بحث بھی اخلاق ہی ہے، سعدی شیرازیؒ (متوفی ۶۹۱ھ مطابق ۱۲۹۱ء)
نے گلستان میں آداب و اخلاق اور سیاست و حکومت کے ان تمام رموز و نکات اور افکار و نظریات
کو یکجا کر دیا ہے، جو اس عہد تک اسلامی معاشرے میں مروج تھے، اگر کہیں عہد قدیم کی روایات
کے اقتباسات درج کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے، تو اسے اسلام کی کسوٹی پر ضرور پرکھ لیا گیا ہے،
گرچہ سعدی کے عہد میں فارسی نثر میں تصنع و تکلف، موازنہ اور سجع عام ہونے لگے تھے لیکن
سعدی نے سادگی اور روانی کو اختیار کیا اور ایسی دلچسپ و مرغوب اور گراں قدر تالیف یادگار
چھوڑی جو اپنی مثال آپ ہے، گلستان سعدی کی تقلید میں جتنی کتابیں تالیف و تصنیف ہوئیں ان کی حیثیت
صدائے بازگشت سے زیادہ نہیں ہے،

اوائل قرن ہفتم کی ایک کتاب تحفۃ الملوک کے نام سے پائی جاتی ہے، اس کے متعلق ڈاکٹر
ذبیح اللہ کی رائے ہے کہ اس کا شمار فارسی کی اول درجہ کی کتابوں میں ہوتا ہے، مؤلف کا نام
معلوم نہیں نہ سنہ تالیف کا پتہ ہے قیاس ہے کہ ۶۱۶ھ کے قریب تالیف ہوئی، اس کتاب میں
رودکی کی مثنوی کلیلہ و دمنہ اور شاہنامہ فردوسی کے احکام و امثال سے استفادہ کیا گیا ہے، اسی
ضمن میں اواخر قرن ششم ہجری کے ایک شاعر و مؤلف استاذ الائمہ رضی الدین نیشاپوری
کی کتاب مکارم الاخلاق کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا، جس کا ایک قلمی نسخہ مدرسہ عالی سپہ سالار (ایران)

... چالیس ابواب پر منقسم ہے،

... اخلاق پر تین کتابیں اخلاق ناصری، اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی نے بڑی شہرت ... کی، ساتویں صدی ہجری میں نصیر الدین محمد بن محمد طوسی (متولد ... ھ مطابق ... ھ مطابق ۱۲۷۳ء) برٹش میوزیم کیٹلاگ[1] میں سال ولادت ... ھ، اور ... درج ہے، لیکن اول الذکر تاریخ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، ڈاکٹر ذبیح اللہ ... ملک محمد تقی بہار، ادر ڈی ایم ڈونالڈسن وغیرہ اسی تاریخ پر متفق ہیں) نے ... میں تالیف کیں، ایک کا نام اخلاق محتشمی اور دوسری کا اخلاق ناصری ہے ... قہستان ناصر الدین عبد الرحیم بن ابی منصور محتشم (متوفی ۶۵۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء) ... ھ میں ترتیب دی گئی اور حاکم مذکور کے نام سے معنون کی گئی، اس کے مقدمہ ... نے اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب ابن مسکویہ (متوفی ۴۲۱ھ) کی عربی کتاب تطہیر الاعراق[2] کا ترجمہ اور خلاصہ ہے، اس میں طوسی نے اپنی طرف سے امور منزل اور سیاست ... کا اضافہ کیا ہے، تذکروں میں آیا ہے کہ امور منزل میں ابن سینا (متولد ... سے اور سیاست مدن میں ابو نصر فارابی (متوفی ۳۳۹ھ) سے استفادہ کیا ... طوسی نے اخلاق ناصری کے مقدمہ میں یہ واضح کر دیا ہے، کہ حکمائے قدیم ... نے یا تو ترجمہ کیا ہے، یا ان کی وضاحت و تشریح کی ہے، اس میں مذہب سے ... کوئی خیال نہیں رکھا گیا ہے،

... اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن کے مباحث تین مقالوں اور تیس ...

---

[1] ... ص ۲۴۴،

[2] ... جس کا نام تہذیب الاخلاق و تطہیر الاعراق" بھی مشہور ہے، عالم ...

فصلوں میں بیان کئے ہیں، آخری فصل میں حکیم افلاطون کی وصیتیں قلم بند کی ہیں جو تمام ابواب میں زیادہ مفید ہیں، اخلاق ناصری کی طرز تحریر کے متعلق ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی رائے ہے،

"یہ درسی کتاب ہے، اس کی انشا محکم اور حکماء کے طرز پر خشک ہے، معانی کی طرف توجہ زیادہ ہے"[1]

خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس فن میں دوسری کتاب اخلاق محتشمی کے نام سے تالیف کی، اسے بھی حاکم قہستان مذکور کے نام پر معنون کیا ہے، ان دونوں کتابوں کی طرز جدا ہے، اس لئے کہ اخلاق محتشمی مکارم اخلاق پر مشتمل ہے، اور آیات قرآنی اور احادیث پیغمبر خدا اور رسول کے احکام، علماء کے نکات و اشارات اسمٰعیلی اماموں اور داعیوں کی دینی دعوت و افکار اور حکما و بزرگان کے اقوال پر مشتمل ہے، لیکن اخلاق ناصری کی بنیاد محض علم اخلاق پر ہے، جس میں فلاسفہ اور اہل دانش کے خیالات پیش کئے گئے ہیں، مذہب و عقیدہ سے اختلاف و اتفاق کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، ان دونوں تالیفات کے علاوہ خواجہ نصیر الدین نے اخلاق و تربیت پر عبد اللہ بن المقفع (متوفی ۱۴۵ھ مطابق ۷۶۲ء) کے رسالہ" الادب الوجیز للولد الصغیر کا ترجمہ بھی کیا ہے، اور ایک رسالہ فضائل امیر المومنین پر بھی سپرد قلم کیا ہے، اسے بھی اخلاق و تربیت پر خواجہ طوسی کے آثار میں شمار کرنا چاہئے، ہندوستان میں پہلے شاہ عالمگیر کے عہد میں عبد الرحمٰن بن عبد الکریم عباسی برہانپوری نے توضیحات و شرح لغات کیساتھ اخلاق ناصری کا متن ۱۰۳۳ھ میں شائع کیا اور اسکے بعد برابر اسکی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا اخلاق ناصری کی ایک شرح کا خلاصۃ المعانی کے نام سے بوڈلین میں موجود ہے اسکی ایک شرح قبول احمد (مؤلف لغت معروف بہ ہفت اقلیم) نے بھی لکھی تھی،

دوسری کا خلاصہ اخلاقی کتاب اخلاق جلالی کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کا نام لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق ہے، اس کے مصنف مولانا جلال الدین محمد بن سعد الدین اسعد الصدیقی الدوانی الکازرونی (متولد ۸۳۰ھ مطابق ۱۴۲۶ء متوفی ۹۰۸ھ مطابق ۱۵۰۲ء) ہیں، یہ صوبہ فارس کا

---

[1] گنجینہ سخن ص ۱۳۹، از ذبیح اللہ صفا،

…ن کے قریب دوان کے رہنے والے تھے، تذکرۂ حبیب السیر میں دوانی کا ذکر ان
…ہے:-

……. فنون مکنون کہ از بوعلی	بوعلی سینا اور علامہ طوسی کے وہ فنون
…شیخ الرئیس) وعلامہ طوسی نصیر الدین	جو پردہ خفا میں تھے ان کی نظر بصیرت
…محجوب بود در نظر بصیر تش	کے سامنے جلوہ پذیر ہوئے، اور معلم اول
…ر داشت و اسرار مخزونی کہ	ارسطو اور معلم ثانی کہ جو اسرار دبے ہوئے
…ل ارسطو واز معلم ثانی فارابی	تھے، عنایت سبحانی کے قلم نے ان کے ضمیر
…دہ بود قلم عنایت سبحانی بر صفحہ	ضمیر پر درج کر دیئے،
…نگاشت [1]	

…لی کو دوانی نے سلسلۂ آق قویونلو کے مؤسس امیر حسن بہادر خاں ترکمان معروف
…ن بیگ بایندری (متوفی ۸۸۲ ہجری) کے عہد حکومت میں ولی عہد سلطان خلیل حاکم
…۱۴۶۷ء، ۷۸ء کے درمیان تالیف کیا، اور اسے امیر حسن بہادر خاں معروف بہ
…نام پر معنون کیا، لیکن ذبیح اللہ صفا لکھتے ہیں کہ بنام سلطان خلیل فرزند اوزون
…ن قویونلو نوشتہ شدہ است[2]۔ دوانی نے اخلاق جلالی کی تالیف میں اخلاق
…دہ کا اقرار کیا ہے، چنانچہ تتمہ کتاب میں اس کی تصریح کی ہے[3]،
…ایک مقدمہ اور تین لوامع پر مشتمل ہے، لامع اوّل میں تہذیب اخلاق، لامع دوم
…لامع سوم میں سیاست مدن پر بحث کی گئی ہے، اس کتاب کا انگریزی ترجمہ
…فیلاسوفی آف محمڈن پیپل کے نام سے کیا ہے،

…ذیر[1] گنجینہ سخن از ذبیح اللہ [2] اخلاق جلالی از دوانی،

اگرچہ یہ کتاب اخلاق ناصری سے ماخوذ ہے، لیکن دوانی خود فلسفی تھے اور مختلف فنون پر ان کی ترسٹھ[63] تالیفات پائی جاتی ہیں، تفسیر میں سات، فلسفہ و کلام میں تیئیس[23]، فقہ و اصول و حدیث میں آٹھ، منطق میں آٹھ[8] اور ادبیات میں سات، علوم متفرقہ میں چھ اور ہیئت و ہندسہ میں چار کتابیں دوانی سے منسوب ہیں، وہ تمام علوم مروجہ کے ماہر تھے اس لئے ان کی تالیفات میں بہت سی خوبیاں جمع ہیں، اخذ نتائج میں یہ نصیر الدین طوسی سے زیادہ کامیاب ہیں، لیکن ان کے یہاں طوسی جیسا زور کلام اور جوش بیان نہیں ہے، معانی کے لحاظ سے اخلاق جلالی کا مقام بلند ہے، لیکن زبان کے معاملہ میں پیچھے رہ گئی ہے،

کتاب کی تمہید میں دوانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اخلاق کے فلسفہ کو محقق طوسی سے زیادہ سہل زبان میں پیش کریں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی زبان طوسی سے زیادہ ثقیل ہو گئی ہے، اس گرانباری کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں عربی کلمات اور فقرے کثرت سے استعمال ہوئے ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دوانی جس اخلاقی اصول کو پیش کرتے ہیں اس کی تشریح یا تفصیل کے بجائے اختصار سے کام لیتے ہیں مقفیٰ نگاری تاتاری عہد کے قبل ہی مروج ہو چکی تھی، دوانی نے بھی شعوری طور پر مقفیٰ نگاری کو اختیار کیا ہے، مقفیٰ نگاری کے علاوہ دوانی نے جابجا حکیم سنائی و حافظ کے اشعار بھی نقل کئے ہیں، احادیث نبوی سے دلائل بھی پیش کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اخلاق جلالی کی زبان میں سنجیدگی و متانت تو آگئی، لیکن اخلاق ناصری والی روانی نہ پیدا ہو سکی، دوانی نے مطالب کے علاوہ ابواب کی ترتیب اور لمحات کی تقسیم میں بھی محقق طوسی کی پیروی کی ہے، طوسی کے خیالات محض ابن مسکویہ کے خیالات کا ترجمہ نہیں ہیں، بلکہ اس میں خود اس کی فہم و دانش اور تفکر و تدبر کو بھی بڑا دخل ہے، دوانی نے طوسی کی پیروی تو کی لیکن ان کے یہاں ذاتی غور و فکر کے اس اعلیٰ معیار کا فقدان نظر آتا ہے جو طوسی کے یہاں موجود ہے، جلالی نے طوسی کے بہت سے فلسفیانہ نکات

ساتھ ذکر کر دیا ہے، اور خود بہت نکات کا اضافہ بھی کیا ہے، لیکن ادبی اعتبار سے کا
وہ قابلِ تحسین نہیں ہے، لیکن ڈی۔ ایم ڈونالڈسن کی رائے اس کے برعکس ہے، وہ

اور ایران میں بکثرت اس کا مطالعہ کیا جانا صرف اخلاقی تعلیمات کی وجہ سے نہیں ہوا
ب کی ادبی اہمیت کو بھی دخل ہے[1]، لیکن ڈونالڈسن کی درقیفت شاید درست نہیں
لئے کہ دوانی نے خود بھی اقرار کیا کہ ایسی تصنیفیں پہلے بھی ہو چکی ہیں، لیکن ان میں
ت عبارت اور غریب استعارے ہیں، جو اب رائج نہیں ہیں، اس لئے وہ انھیں
لِ فہم بنانا چاہتے ہیں، لیکن اخلاق جلالی اور اخلاق ناصری کا تقابلی مطالعہ کرنے
ہوتا ہے کہ زبان اور زیادہ گراں بار ہو گیا ہے،

تقی بہار ملک الشعرا اپنی کتاب سبک شناسی میں دوانی کے متعلق لکھتے ہیں،۔
تکلم، فاضل محقق اور منطقی و ادیب تھے علمی مسائل میں دوانی کا طریقہ وہی زانہ قدیم

ضرور ہے کہ ان کی نثر ایک خاص انداز کی ہے، اور ان کا اپنا ایک منفرد طرز ہے
ر میں ہے کہ ان کا طرز دلپذیر اور انداز بیان ایسا خاص ہے کہ اگر کوئی ان کی صرف
لے تو ان کی بے نام کتابوں کو دیکھ کر شناخت کر لے گا،

نی شرح زندگانی دوانی میں لکھتے ہیں:۔
روں کی باتوں پر کم قناعت کرتے ہیں، ارسطو و افلاطون کے خیالات بھی اپنے طرز پہ
اور ابن سینا و فارابی کی تحقیقات زیادہ محکم و متین انداز میں پیش کرتے ہیں، علم کے

ن اسلامی انگلیس از ڈونالڈسن [2] سبک شناسی جلد ۳ ص ۲۴۱ از محمد تقی بہار،

روشن ستاروں کے درمیان زہرہ کی طرح درخشاں و تاباں ہیں، وہ ہر فن میں استاد تھے، اور ہر علم میں دسترس رکھتے تھے، دقائق فلسفہ، رموز قرآنی، نکات عرفانی اور لطائف ادبی جلال الدین کے ہاتھ میں موم ہو جاتے تھے،[1]

ملا واعظ حسین کاشفی سبزواری (متوفی ۹۱۰ھ) نے اصول اخلاق پر ایک کتاب اخلاق محسنی تالیف کر کے ابو المحسن بن ابو الغازی سلطان حسین بن بایقرا کے نام پر معنون کیا، ڈاکٹر رضا زادہ شفق[2] نے سنہ تالیف ۹۰۸ھ قرار دیا ہے، لیکن کتاب کے آخر میں ایک قطعۂ تاریخ ہے، جس کی رو سے اخلاق محسنی کا ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۴-۹۵ء میں تالیف ہونا ثابت ہوتا ہے، براؤن کو بھی موخر الذکر تاریخ سے اتفاق ہے،[3]

اخلاق محسنی چالیس[4] ابواب پر مشتمل ہے، زبان کہیں بہت سادہ اور واضح اور کہیں پیچیدہ مصنوعی، کہیں گلستان سعدی کی بھی تقلید کی گئی ہے، نثر مصنوع میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اس میں عوام الناس کے اخلاق و عادات زیر بحث نہیں آئے ہیں، بلکہ بادشاہ کے لئے کچھ اصولِ سیاست کی وضاحت کی گئی ہے، مقدمہ کتاب میں خود لکھتے ہیں:۔

بادشاہ را رعایت چہل صفت لازم	بادشاہ کے لئے چالیس صفات ضروری
است کہ بعضی از ان میان وی و	ہیں، ان میں سے بعض اس کے اور خدا کے
حق سبحانہ تعالیٰ باشد و برخے میان	درمیان ہیں اور بعض اس کے اور مخلوق
وی و خلق و این چہل صفت در چہل	کے درمیان ہیں اور چالیس صفتیں چالیس
باب آلودہ شد"	ابواب میں درج کی گئی ہیں،

---

[1] شرح زندگانی دوانی از علی دوانی. [2] تاریخ ادبیات ایران از رضا زادہ شفق [3] لٹریری ہسٹری آف پرشیا از جی براؤن جلد سوم ص ۴۴۲،

بہار کاشفی کی طرز و روش کے متعلق لکھتے ہیں:-

نثر رنگ برنگ کی ہے، کبھی بہت سادہ و مختصر لکھتا ہے اور کبھی شیخ سعدی کی گلستاں کی

ین کاشفی نے اسی ممدوح کے حکم سے کتاب کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ انوار سہیلی کے نام سے کیا،
خلاق و تربیت اور حکمت و دانش کے مباحث پر گراں قدر تالیف ہے،
انی اور اخلاق محسنی کا سلطان سلیم دوم کے عہد حکومت میں ترکی زبان میں ترجمہ ہوا،
بن خلیل کے یہ ترجمے انیس العارفین کے عنوان سے شائع ہوئے، اخلاق محسنی سے متاثر
بہان شیرازی نے اخلاق شمسیہ کے نام سے نظم آمیز نثر تالیف کر کے شمس الدین محمد
ں، اخلاق ناصری، اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی تینوں کے ترجمے انگریزی، فرانسیسی
یں ہو چکے ہیں،

ری)، اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی سے متعلق براؤن لکھتے ہیں،

ہل دانش طبقہ کا رجحان اخلاقیات سے زیادہ ما بعد الطبیعیات اور تصوف
ان تینوں کتابوں کی قدر و قیمت اس سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی ہے کہ یہ ضمنی طور
رواج، اداروں اور طرز تفکر پر روشنی ڈالتی ہیں، اخلاق جلالی کا اسلوب
سے زیادہ مصنوع ہے،

ولیت کے اعتبار سے مشہور صوفی سید علی بن شہاب الدین ہمدانی کی ذخائر الملوک
تصانیف کی ہم پلہ ہے، اس میں تدبیر منزل اور امور جہانداری سے بحث
وفات ۷۸۶ھ میں کشمیر میں ہوئی، اس کتاب کی پہلی دو فصلیں اعتقادات اور عبادات

جلد سوم از محمد تقی بہار،

سے بحث کرتی ہیں، اس کے بعد خاندان کے مختلف افراد کے حقوق و فرائض کا ذکر ہے، پانچویں اور
چھٹی فصل میں حکومت کے قوانین اور ریاست کے اغراض و مقاصد اور اصول پر بحث ہے، ایک
دوسری کتاب اخلاق سلطانی ہے جسے فتح اللہ بن احمد بن محمد نے ملک فخر الدین محمد جونا (سلطان
محمد تغلق شاہ ۷۲۵ھ - ۷۵۲ھ) کے لئے تالیف کیا اور امیر ظہیر الدین ابراہیم شاہ کی خدمت میں
ہدیہ کر دیا، حسن علی المنشی الخاقانی بن اشرف نے ۹۰۸ھ میں کابل میں اخلاق حکیمی تالیف کر کے
میرزا محمد حکیم پسر شاہ ہمایوں کے نام معنون کی، موعظہ جہانگیر کے نام سے ایک کتاب میرزا محمد باقر
یا باقر خاں ملقب بہ نجم ثانی نے شاہ جہانگیر کو متنبہ کرنے کے لئے تالیف کی، جہانگیر ہی کی توجہ کیلئے
نور الدین محمد قاضی خاقانی پسر شیخ معین الدین نے اخلاق جہانگیری تالیف کی، ان کے علاوہ
اس موضوع پر اختیار الحسینی (۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء) نے شاہزادوں اور امیروں کی اخلاقی تربیت
کے لئے اخلاق ہمایوں تالیف کر کے شاہ بابر کے نام معنون کیا، یہ کتاب عربی تالیفات بالخصوص تہذیب
الاخلاق پر مبنی ہے، فضل بن روزبہان اصفہانی نے دسویں صدی ہجری میں سلوک الملوک تالیف
کی، یہ کتاب عبید اللہ خاں ازبک کے نام معنون ہوئی، جلال الدین طباطبائی نے دستور نامہ
کسروی یا توقیعات مطول تالیف کر کے اسے ۱۰۶۲ھ مطابق ۱۶۵۱ء میں شاہجہاں کے بیٹے شاہزادہ
مراد کے نام معنون کیا، علی بن طیفور بسطامی نے تحفۂ قطب شاہی سلطان عبد اللہ قطب شاہ
حیدرآباد (۱۰۲۵ - ۱۰۸۳ھ) کے نام پر تالیف کی، ملا احمد نوراقی (متوفی ۱۸۲۸ء) نے انیسویں
صدی عیسوی کے شروع میں معراج السعادت لکھی، جس میں ان اخلاقی تعلیمات کی اہمیت و افادیت
ثابت کی گئی ہے، جو فلسفہ یونان و اسلام کے تقریباً ہزار سالہ ارتباط کی بنا پر معمولات زندگی میں
داخل ہو گئی تھیں، شیخ عباس القمی نے ملا احمد نوراقی کے عام اخلاقی اصولوں کی تلخیص ایک کتابچہ کی
شکل میں شائع کی جو تلخیص "مقامات" کے نام سے مشہور ہے، ایران جدید میں جب خاندان پہلوی کے

نے شباب پر تھی، انہی دنوں، ۱۹۳۰ء میں ایک کتاب اخلاق روحی کے نام سے شائع
لف ایرانی مجلس (پارلیامنٹ) کا ایک ممبر تھا، مدارس میں اخلاقی تعلیم کے لئے
ید ہے، اس میں قرآن وحدیث کے بکثرت اقتباسات کے علاوہ ایران قدیم وجدید
ل اشعار بھی درج کئے گئے ہیں،

زیں چند اخلاقی کتابیں ایسی تالیف ہوئیں جن کا شمار اخلاقیات کے ساتھ دیا
ہو سکتا ہے وہ یہ ہیں، ہدیۂ شاہی، اخلاق شفائی اور ابواب الجنان، اول الذکر
ور اللہ شریحی نے تالیف کر کے سلطان رستم بہادر خاں کے نام معنون کیا، اس میں
فضائل اور ۱۲ بارہ رذائل کا ذکر ہے، اخلاق شفائی کا مولف مظفر الحسینی الطبیب
شانی (متوفی ۹۶۳ھ) ہے، اس کے پہلے حصہ میں ۲۱ فضائل اور ۷ رذائل کا ذکر
ردینی (متوفی ۱۱۰۵ھ) نے ابواب الجنان تالیف کی،

لہ اس ضمن میں اقوال زریں اور ضرب الامثال کی کتاب کا بھی اجمالی تذکرہ دیا جائے،
آخری تالیف جامع التمثیل ہے جسے محمد علی جبلہ رودی نے ۱۰۵۴ھ میں حیدر آباد میں
وزیر شیخ محمد الخاتون کی فرمائش پر مرتب کیا تھا، بعد کو اس کتاب میں اضافے کئے گئے
سے کچھ گنی زیادہ ضخیم ہو گئی ہے، اسے دانش گاہ تہران کے استاد (پروفیسر) ڈاکٹر
ط کر کے ایران سے شائع کیا ہے،

اقبال کامل

اقبال کے مفصل سوانح حیات کے علاوہ ان کی شاعری، اہم موضوعوں مثلاً تصوف
ور نظام اخلاق وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے، مولفہ مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم

"منیجر"

سلطنت مغلیہ کے آخری عہد کا ایک شاعر

نواب حکیم الممالک شیخ حسین شہرت

از ڈاکٹر غلام مجتبیٰ انصاری صاحب شعبہ فارسی ٹی، این، بی کالج بھاگلپور

اورنگ زیب کے آخری زمانے تک مغلیہ سلطنت کی وسعت و استحکام میں برابر اضافہ ہوتا رہا،
لیکن جس وقت اس مرد درویش صفت فرمانروا نے وفات پائی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سلاطین مغلیہ کا آفتاب
سطوت و اقبال نصف النہار پر پہونچکر رک گیا، چنانچہ چند سال کے بعد ہی اس میں ہبوط و زوال
کے آثار نظر آنے لگے،[1] اورنگ زیب کے بعد اس کے جانشینوں میں اتنی صلاحیت نہیں رہی کہ وہ ہندوستان کی
طویل وعریض سلطنت ٹھیک سے سنبھال سکتے، ان کے اوقات زیادہ تر خانہ جنگیوں میں صرف
ہوتے رہے، فارسی شاعری اور علم وادب کی طرف اچھی طرح دھیان دینے کی ان کو فرصت ہی
کہاں تھی، اسی بنا پر ان کے دور میں فارسی شاعری کی رفتار ترقی میں کمی آگئی، تاہم یہ کہنا ٹھیک نہ
ہوگا کہ ان کے عہد میں فارسی شعراء کا وجود نہیں رہا، سیاسی بحران کے باوجود فارسی شاعری نے اس
دور میں بھی اپنی خصوصیت قائم رکھی، اور سست رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتی رہی، ان بادشاہوں
کے زمانے میں بھی فارسی کے مشہور و معروف شعراء بساط شاعری پر نمودار ہو کر اس کو زیب و زینت

[1] تاریخ ہند جلد سوم (مطبوعہ دار الطبع سرکار عالی حیدر آباد ۱۳۳۹ھ) ص ۲۲۸،

...وں میں مرزا عبدالقادر بیدل، حاجی محمد اسلم سالم، میر محمد زماں راسخ، سید صلابت خاں سید...
...دل، لالہ حکیم چند ندرت، اور محمد افضل سرخوش وغیرہ کے نام سنہرے حرفوں میں لکھے

...عروں کے ہمعصر بلکہ ان میں سے بعض کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ شاعر حکیم الممالک شیخ حسین
...ی حکیم اور درباری شاعر ہونے کا فخر حاصل تھا، تذکروں کے مطالعہ سے یہ بات
...وں نے بھی امیر خسرو کی طرح ہندوستان میں چھ سات بادشاہوں کے زمانے دیکھے،
...نے لکھا ہے[٤٩] کہ شہرت ایک کہنہ مشق شاعر تھے، ہندوستان کے اکثر شاعروں کے ساتھ
...مرزا بیدل اور حاجی اسلم سالم ان کے ہمراہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے دربار میں
...تے تھے، سید صلابت خاں سید جو امرائے دربار میں سے تھے، شہرت کے گھر کبھی
...تے تھے، مرزا عبدالغنی بیگ قبول، حکیم چند ندرت اور خود صاحب سفینہ[٥٠] بھی
...ھنے والوں میں تھے، سفینہ کی عبارتیں ملاحظہ ہوں،

...بودہ با اکثر شعرائے ... | تھے اور کہنہ مشق شاعر تھے اور اکثر ہندوستانی
...داشتہ و با مرزا ... | شعراء کے صحبت یافتہ بھی تھے، مرزا بیدل
...سالم در سرکار اعظم شاہ ... | کے ساتھ شاہ اعظم کے دربار میں جایا کرتے
...روزی سید صلابت خاں ... | تھے .... ایک روز سید صلابت خاں
...مہمان شد آں روز ... | میر آتش ان کے گھر مہمان ہو کر آئے اس
...قبول کہ یار غار ... | روز مرزا عبدالغنی بیگ قبول جو ان کے
...ہمراہ نبود با خان | بڑے گہرے دوست تھے ساتھ نہیں تھے

...الف)

مذکور گفت کہ معنی پرداز نواب کجا است | اس پر سید صلابت خاں نے دریافت کیا کہ
کہ تشریف نیاوردہ، حکیم چند ندرت | نواب صاحب کیوں نہیں تشریف لائے؟
فقیر خوشگو اکثر باتفاق در خدمتش حاضر | حکیم چند ندرت اور راقم سطور خوشگو کو اکثر
می شدیم بسیار تفضل و مہربانی می فرمود | ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا تھا

نام اور حسب و نسب شہرت کا ذکر فارسی کے دس بارہ تذکروں میں ملتا ہے، ممکن ہے کہ کچھ اور تذکروں میں بھی ان کا حال درج ہو، یہ سب تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ شہرت کا اصلی نام شیخ حسین تھا، حکیم الممالک لقب اور تخلص شہرت تھا، خدا بخش خاں کتب خانہ (بانکی پور، پٹنہ) کے کیٹلاگ میں ہے کہ انکا نام حکیم شیخ حسین اور تخلص شہرت تھا، یہ نسلاً عرب تھے، لیکن ان کے آباؤ اجداد بحرین سے آکر شیراز میں بس گئے تھے[٥١] کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال) کے کیٹلاگ میں ان کا نام حسین شیرازی لکھا ہے[٥٢]، اور کتب خانہ بوڈلین (آکسفورڈ) کے کیٹلاگ نے شاعر مذکور کا نام شیخ حسین اور تخلص شہرت لکھا ہے[٥٣]، اسپرنگر کے کیٹلاگ جلد اول ص ۱۲۴ میں ان کے طویل القاب "نواب حکیم الممالک فرخ شاہی" درج ہیں، صاحب سفینہ رقمطراز ہیں :-

حکیم الممالک شیخ حسین شہرت تخلص اصلش از عرب است آبائے او در شیراز توطن گزیدہ اند[٥٤] | حکیم الممالک شیخ حسین کا تخلص شہرت ہے وہ اصلاً عرب نژاد تھے مگر ان کے آباؤ اجداد نے شیراز کو اپنا وطن بنا لیا تھا

صحف ابراہیم کے مؤلف نے بھی شہرت کے حسب و نسب کے متعلق "اصلش عرب بود"[٥٥] لکھا ہے، صاحب...

---

٥١ Cat of Arbic & Persin M.SS. O.P.L Vol III No. 391 P 206،

٥٢ Cat. Persian Mss. Asiatic Socity Bangal No 449 N.B. 82،

٥٣ Cat of The Persian Turkish Hindustan Pashtu in Bodlian Lib- Part I st،

٥٤ سفینۂ خوشگو قلمی ص ۱۲۸ (الف) ٥٥ صحف ابراہیم قلمی ص ۴۷۲،

نے لکھاہے "کمال دارم کہ از اعراب بحرین است[۱]" اور "سرو آزاد" کے مولف کے بیان

میں "اصلش عرب بود در ایران نشو و نما یافتہ[۲]" لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کسی تذکرہ نگار

باد و اجداد کے نام نہیں لکھے، نام کے ساتھ حکیم کا لفظ بھی تذکروں میں درج ہے اس سے

ہرت نہایت مشہور و معروف طبیب تھے، اور شاعری کے مقابلہ میں اسی فن اور پیشہ

دں نے شاہی دربار میں رسائی حاصل کی تھی، اس ضمن میں سرو آزاد کی یہ عبارت خاص

ر ہے،

رکار محمد اعظم شاہ بن خلد مکان	محمد اعظم شاہ کے دربار میں شاہی
طبابت نوکر شد[۳]	طبیب کی حیثیت سے ملازم تھے،

حکیم الممالک کا لقب کس بادشاہ نے عطا کیا؟ اس میں کسی قدر اختلاف ہے، بعض

نے لکھاہے کہ شاعر موصوف کو یہ لقب بادشاہ فرخ سیر نے دیا، چنانچہ مولوی خدا بخش

لام علی آزاد، حسین علی خان عظیم آبادی وغیرہ کے خیال کے مطابق شہرت کو یہ لقب

کے دربار سے ملا لیکن کتب خانہ بوڈلین آکسفورڈ کے مولف، سفینۂ ہندی کے

مجمع النفائس اور صاحب مخزن الغرائب وغیرہ نے تحریر کیاہے، کہ شاعر مذکور کو

لقب محمد شاہ بادشاہ نے عطا کیا،

یا مسلم ہے کہ شہرت طبابت کے فن میں ماہر روزگار تھے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا

انھوں نے محمد اعظم شاہ کے دربار میں تقرب حاصل کیا تھا، اس کے دربار میں

حیثیت سے ملازمت کرتے رہے، اور بعد میں جب ان کی شہرت زیادہ ہوئی

شاہ بادشاہ کے دربار سے ان کو حکیم الممالک کا لقب ملا، نتائج الافکار کے مولف

ص ۲۵۶ ۴؎ سرو آزاد قلمی ص ۴۰، ۵؎ ایضاً

محمد قدرت اللہ خاں گوپاموی نے لکھا ہے،

در سرکار محمد اعظم شاہ بتقریب طبابت	سرکار محمد اعظم شاہ کے دربار میں طبیب کی
ملازمت حاصل ساخت و در مراتب نظم	حیثیت سے ملازم مقرر ہوئے، نظم میں جودت
طبع بلند و فنون طبابت فکر ارجمند داشت	طبع اور طب میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اسکے
پس ازاں در زمان شاہ عالم بہادر شاہ	بعد شاہ عالم اور بہادر شاہ کے دور میں انھوں
بہ لیاقت نمایاں عزت و احترام فراواں	نے ترقی کر کے اور زیادہ عزت و احترام حاصل
بہم رسانید، و در عہد فرخ سیر بخطاب	کر لیا اور فرخ سیر کے عہد میں حکیم الممالک
حکیم الممالک معزز و مباہی گردید[۱]،	کے خطاب سے سرفراز کئے گئے،

صاحب مجمع النفائس نے لکھاہے کہ شہرت نے شروع میں شیراز میں علوم متداولہ حاصل کئے

خصوصاً طب کی تعلیم وہیں حاصل کی،

اوائل در شیراز اکتساب فضائل و علوم	اوائل عمر میں شیراز میں عام علوم و فنون
خصوصاً طب نمودہ[۲]،	خصوصاً طب کی تحصیل کی،

مجمع النفائس اور سفینۂ خوشگو دونوں میں منقول ہے کہ ایک دن محمد اعظم شاہ نے کسی طبیب سے سرمہ کی فرمائش کی تھی، صبح کے وقت جب شہرت دربار میں حاضر ہوئے تو شاہزادہ مذکو غلطی سے انہی سے پوچھ بیٹھا کہ کل میں نے جس سرمہ کی فرمائش کی تھی وہ لائے یا نہیں! شہرت نے جواباً شعر عرض کیا

زغیر سرمہ طلب می کنی بچشم بچشم	بمن نگاہ غضب می کنی بہ چشم چشم

نشتر عشق کے مؤلف نے شہرت کے بارے میں "از حکمائے عیسیٰ انفاس شیراز بود[۳]" لکھاہے، میر غلام علی آزاد نے بھی سرو آزاد میں شہرت کو حکیم کی حیثیت سے بہت سراہا ہے، اور از شعرائے

۱؎ نتائج الافکار مطبوعہ ص ۲۴۶ ۲؎ مجمع النفائس قلمی ص ۲۵۶ ۳؎ نشتر عشق قلمی ص ۲۹۲،

نہ و اطبائے حذاقت پیشہ است[۱]" کے الفاظ سے یاد کیا ہے انکے ہمعصر تذکرہ نگار بندرابن
نے حکیم کی حیثیت سے شہرت کی تعریف مندرجہ ذیل عبارت میں کی ہے،

سخن شناسی کا سخن یادگار شعرائے عصر	واقعۃً سخن شناسی میں یادگار زمانہ تھے،
ب سلف است و در حکمت	حکیم ان کا قدیم لقب ہے، اور وہ حکمت
لقمان و جالینوس را طرف	و طبابت میں لقمان و جالینوس تک کو
ق به بی تعلقی محض می گزرانید	خاطر میں نہیں لاتے تھے، اور مختلف طریقوں
فیض بخلق خدا می رسانید،[۲]	سے خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے تھے،

ب صحف ابراہیم" نے بھی شہرت کو ایک ماہر فن طبیب اور بے مثل حکیم کہا ہے،

حکیم مذکور در فن طبابت بےنظیر	خلاصہ یہ ہے کہ وہ فن طبابت میں بے مثال
ج مرض اعجاز مسیحائی می نمود،[۳]	تھے اور امراض کے علاج میں اعجاز مسیحائی فرماتے تھے،

طبائے زمان و امرائے والا شان[۴] "کے نام سے یاد کیا ہے، اسی تذکرہ میں منقول
درشاہ نے ان کو حاذق خاں کا خطاب عطا کیا تھا، یہ خطاب ان کو فن طبابت میں ید طولیٰ
ہارت ملا تھا،

کی آمد | جیسا کہ تذکروں سے معلوم ہوتا ہے شیخ حسین شہرت شیراز سے ہندوستان آئے
ت ہے کہ یہ کس بادشاہ کے عہد میں یہاں وارد ہوئے، ان کا قلمی دیوان[۵] جو خدا بخش خاں کے
ں موجود ہے اس کے صفحہ دوم پر شہرت کے حالات زندگی نہایت مختصر دیئے گئے ہیں،
خاں غفرلہ کے قلم سے سنہ ۱۲۸۰ھ میں مکتوب ہوئے اسکے مطابق شہرت سلطان محمد بہادر شاہ کے

۲ سفینۂ خوشگو قلمی ۱۲۹ ۳ صحف ابراہیم قلمی ص ۴۷۲ ۴ ید بیضا قلمی ص ۱۲۲،
کیٹلاگ نمبر ۴۰۵ خدا بخش کتب خانہ، پٹنہ،

کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے، عبارت ملاحظہ ہو۔

گویند اتفاق حسنہ در عہد سلطان محمد بہادر	کہا جاتا ہے کہ حسن اتفاق سے سلطان محمد بہادر شاہ
شاہ بہند افتاد و بحضور شاہزادہ محمد اعظم	کے عہد میں شہرت وارد ہند ہوئے اور شاہزادہ
شاہ اعتبار پیدا کردہ،[۱]	محمد اعظم شاہ کے دربار میں اثر و رسوخ حاصل کیا،

اسی کتب خانہ کے انگریزی کیٹلاگ جلد سوم ص ۲۰۶ میں تحریر ہے کہ حکیم شیخ حسین شیرازی شہرت تخلص
شہنشاہ اورنگزیب کے عہد سلطنت میں ہندوستان آئے اور اپنے کو شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے دربار
سے منسلک کر لیا، اسپرنگر نے بھی اپنے کیٹلاگ جلد سوم صفحہ ۱۵۶ میں نقل کیا ہے کہ شہرت اورنگزیب
کے زمانے میں شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور ۱۱۴۹ھ میں رحلت کی، انھوں نے تقریباً بخزار
شعروں کا دیوان یادگار چھوڑا ہے،

علی قلی والہ داغستانی اپنے تذکرہ "ریاض الشعراء" جلد دوم قلمی ص ۲۱۸ الف میں رقمطراز ہیں کہ شہرت
عالمگیر کے عہد میں شیراز سے ہندوستان تشریف لائے اور شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی خدمت میں
زندگی بسر کرنے لگے،

"در زمان عالمگیر بادشاہ از شیراز	شہرت عہد عالمگیری میں شیراز سے ہندوستان[۲]
بہند آمدہ در خدمت شاہزادہ والاجاہ	تشریف لائے اور شاہزادہ محمد اعظم کی
محمد اعظم شاہ بسر می برد و سلاطین و	خدمت میں گذر بسر کرنے لگے، امراء
امرا مسند در تعظیم و توقیرش باہتمام	و سلاطین ان کا بڑا احترام کرتے
می ورزیدند"	تھے،

سفینۂ ہندی، صحف ابراہیم اور مخزن الغرائب وغیرہ مختلف تذکروں میں بھی شہرت کی ہندوستان

۱ سرو آزاد قلمی ص ۲۰ ۲

بادشاہ کے عہدِ حکومت ہی میں تحریر کی گئی ہے، تعجب ہے کہ شہرت کے ہمعصر اور دوست

بھی ان کی ہندوستان میں آمد کا ذکر اسی طرح کر دیا ہے اور کوئی خاص تاریخ یا سال نہیں

کے مؤلف غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ ایران میں نشو و نما پائی اور آخر کار ہندوستان آکر

محمد اعظم شاہ کے دربار میں نوکر ہو گئے۔

و نما یافتہ آخر سے ہند	ان کی ایران میں نشو و نما ہوئی آخری زمانے
ر محمد اعظم شاہ بن خلد مکان	میں ہندوستان آئے اور محمد اعظم شاہ کے
ت نوکر شد،[۱]	دربار میں بحیثیت طبیب ملازم ہوئے

بیٹھنے کا اتفاق اور شاہی درباروں کی شعری نشستوں میں ایک ساتھ شریک ہو کر

صل ہے، مگر اپنے تذکرہ میں ان کے ہندوستان آنے کا ذکر یوں ہی کرتے ہیں،

ر رسیدہ خلاصۂ عمر در	وہ ہندوستان پہونچ کر عمر بھر سلطان
ادہ عالیجاہ محمد اعظم شاہ	محمد اعظم شاہ کی خدمت میں رہے،

تحریر فرماتے ہیں:۔

فضائل و علوم خصوصاً	اوائل عمر میں شیراز سے علوم و کمالات خصوصاً
ہندوستان گشتہ،[۳]	طب کی تحصیل کر کے ہندوستان آئے،

سے بھی صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عالم شباب میں ایران سے ہندوستان

سفید ہوئے: ؎

ند جوان و پیر رفت	صبح برد از رنگ بار شب ہی روی سفید[۴]

[...] خوشگو قلمی ص ۱۲۱ [۳] مجمع النفائس قلمی ص ۲۵۶ [۴] دیوان شہرت مخطوطہ ص ۱۳۴ الف۔

حاصل پیرانہ جوانی نیست جز موی سفید	صبح می آرد ز ہند شب ہمین دزدی سفید
پیری خود را جیاں پوشیدہ دارد کز زلال	ما بروی آسمان دیدیم ابروی سفید

سفرِ حج اور رحلت شیخ حسین شہرت نے محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں حج کا سفر کیا تھا، ان کے معاصر خوشگو کا بیان ہے، کہ ایک دفعہ شہرت بہت سخت مرض میں مبتلا ہوئے، چنانچہ انھوں نے منت مانی کہ اگر وہ شفایاب ہوئے تو خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے، اس لئے جب وہ صحت مند ہوئے تو انھوں نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے حج کیا، سفینہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں؛

وقتی بمرض صعب در ماندہ بودند	ایک دفعہ وہ بہت سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی
نذر کردند کہ بشرط شفا بطواف حرمین	کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی تو حرمین کا
تا بد چوں صحت یافت بجا آوردہ[۱]	طواف کریں گے، چنانچہ جب صحتیاب ہوئے

دوسرے تذکروں میں بھی ان کے حج کا ذکر ہے، ان خارجی بیانات کے علاوہ خود شہرت کے کلام سے بھی اس کا داخلی ثبوت ملتا ہے، کہ حج بیت اللہ کی خواہش ان کے دل میں بہت پہلے سے موجود تھی اور وہ اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے شروع ہی سے بیقرار تھے، اس دلی تمنا کا اظہار انھوں نے اپنی غزلوں میں اکثر کیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں: ؎

کی کشاید جز طواف کعبہ از کارم گرہ	دیدہ ام من از در دل فتح باب خویش را[۲]

جب باوجود کوشش کے شہرت کی یہ تمنا پوری ہوتی ہوئی معلوم نہیں ہوئی تو ان پر مایوسی اور اضمحلال کی کیفیت طاری ہو گئی، اور انھوں نے اپنی سیہ بختی کا گلہ مندرجۂ ذیل شعر میں کیا، ؎

زعزمِ کعبہ منعم میکند بخت سیہ یارب	مرا از راہ حق گمراہ این ہندو نگردانند[۳]

لیکن شہرت کی قسمت نے جلد ہی یاوری کی، اور آخر کار خانہ کعبہ کی زیارت نصیب ہوئی اس مقصد براری کا

---

[۱] سفینۂ خوشگو قلمی ص ۱۲۹ [۲] دیوان شہرت مخطوطہ ص ۳۰ (ب)، [۳] ایضاً ص ۳۲ (ب)،

...دلی مسرت کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے

...طوف نبیؐ خواستہ بودم صد شکر کہ حق آنچہ دلم خواست ہماں کرد[1]

...مؤلف کے قول کے مطابق شہرت نے کعبہ کا یہ سعادت اثر سفر اپنی زندگی کے آخری ...اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد وہ پھر ہندوستان لوٹ آئے۔ ہے

...خر عمر بر ہمنوفی قائد توفیق — آخری عمر میں حجاز کے مقدس سفر کی سعادت اور

...سعادت اثر حجاز نمودہ — توفیق میسر آئی اور مکہ مکرمہ و مدینہ

...تشریفین مشرف شدہ مراجعت — منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر

ہندوستان واپس آئے،

...کے بعد شہرت کی عزت شاہی دربار میں اور بھی بڑھ گئی، میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ...بعد شہرت کو محمد شاہ کے دربار سے چار ہزاری منصب ملا اور اس طرح ان کی عزت ...ن پر پہنچ گئی،

...مناسک بدرگاہ خلافت — مناسک حج ادا کر کے دربار خلافت میں واپس

...ود بہ منصب چہار ہزاری — لوٹے اور منصب چہار ہزاری پر فائز ہوئے اور

...لک چہارم رسانید[2] — اپنی عزت شہرت فلک چہارم پر پہنچادی،

...ر کیا ہے کہ سفر حج سے واپسی کے بعد ہی شہرت کو چار ہزاری منصب محمد شاہ کے ...اس اعزازی عہدہ پر کچھ دنوں تک فائز رہے، یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ ...فانی سے کوچ کر گئے،

...ن حال گذرانید تا آنکہ — کچھ عرصے تک اس حال (منصب چار ہزاری)

...[1] ...ثلث الف، [2] ریاض الشعرا قلمی جلد اول ص ۲۱۹ [3] سرو آزاد قلمی ص ۲۰،

درشہر ذی الحجہ سنہ یک ہزار و یکصد — میں رہ کر وہ ماہ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ میں

و چہل و نہ ازیں خاکدان درگذشت[1] — راہی عالم جاودانی ہوئے،

صاحب مجمع النفائس نے لکھا ہے کہ شہرت کی موت محمد شاہ بادشاہ کے جلوس کے چوتھے یا پانچویں سال میں واقع ہوئی، ملاحظہ ہو،

در سنہ چہار یا پنج فردوس آرامگاہ — محمد شاہ کے چوتھے یا پانچویں سنہ جلوس

برحمت حق پیوست[2] — میں وہ رحمت حق سے واصل ہوئے،

خوشگو نے بھی شہرت کی تاریخ وفات ۱۱۴۹ھ لکھی ہے جیسا کہ کہتے ہیں ہے

در سال ہزار و صد و چہل و نہ عزم سیر — ۱۱۴۹ھ میں عالم جاودانی کا قصد کیا، فقیر

آں جہانی فرمود فقیر تاریخش شہرت — (خوشگو) نے "شہرت مرد" سے ان کی

مرد یافتہ[3] — تاریخ وفات نکالی،

سرو آزاد کے مؤلف میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے کہ شہرت کی وفات شاہجہان آباد میں ۱۱۴۹ھ میں واقع ہوئی،

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ — ان کی وفات شاہجہان آباد میں ذی الحجہ

سنہ تسع و اربعین و مائۃ و الف — ۱۱۴۹ھ میں ہوئی، راقم نے تاریخ وفات

(۱۱۴۹) اتفاق افتاد و محرر سطور گوید[4] — یوں کہی ہے،

بے نظیر زمانہ شیخ حسین، — گوی معنی ز نکتہ سنجاں برد

ہاتفے از برائے رحلت او — سال تاریخ گفت شہرت مرد

۱۱۴۹ھ

[1] ید بیضا قلمی ص ۱۲۲، [2] مجمع النفائس قلمی ص ۲۵۶، [3] سفینۂ خوشگو قلمی ص ۱۲۹، [4] سرو آزاد قلمی ص ۲۰،

شیخ مبارک کی تفسیر کا قلمی نسخہ

از ڈاکٹر محمد سالم قدوائی لکچرار شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

…طور سے شیخ مبارک کو ابو الفضل اور فیضی کے والد کی حیثیت سے جانتے ہیں، ابو الفضل
…سے انکار نہیں وہ اپنے خصائص کی بنا پر تاریخ ہند میں بہت مشہور ہیں اور اکبر کے
…کا نام وابستہ ہے، لیکن شیخ مبارک خود صاحب فضل و کمال ہیں اور اپنے علمی کمالات
…حلقہ میں معروف و مشہور ہیں تمام تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات بیان کئے
…فضل کا اعتراف کیا ہے، ملا عبد القادر بدایونی نے اکبری دور پر سخت تنقید
…ابو الفضل کی روش پر بہت اعتراض کئے ہیں، شیخ مبارک بھی ان کی زد سے محفوظ
…نے ان کے طرز عمل اور حکمت عملی کی مخالفت کی ہے، مگر با ایں ہمہ ان کے علم و فضل
…کے الفاظ ہیں:

… روزگار است در	وقت کے علمائے کبار میں سے تھے اور اپنے
… و توکل ممتاز ابنائے زمانہ	زمانہ اور خلائق دوران کے درمیان
… ان است[1]	صلاح و تقویٰ اور توکل میں ممتاز تھے،

…میں دستگاہ کامل رکھتے تھے تصوف سے بھی خوب واقف تھے، قرآن مجید کے

[1] …ص ۳۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء

حافظ اور قرأت میں مہارت تامہ رکھتے تھے، حفظ کا یہ حال تھا کہ قرأت عشرہ میں سے ہر قرأت کے مطابق
قرآن مجید پڑھتے تھے، تفسیروں پر خاص نظر تھی اور علوم قرآنی سے بہت اچھی طرح واقف تھے، ملا عبد القادر
نے اپنی کتاب میں اُن کی ایک ضخیم تفسیر کا ذکر کیا ہے، میں جس زمانہ میں ہندوستانی مفسرین اور ان کی
عربی تفسیروں پر کام کر رہا تھا، اس وقت مجھے شیخ مبارک کی تفسیر کی خاص طور سے تلاش تھی کیونکہ ڈاکٹر زبید احمد
صاحب کی کتاب "کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر" میں اس کا ذکر ملا، مگر اسی کے ساتھ یہ خبر بھی
دی گئی تھی کہ اب کہیں اس کا وجود نہیں ہے، حکیم سید عبد الحی صاحب نے الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند
میں اس کا ذکر کیا ہے[1]، مگر پتہ نہیں دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے منتخب التواریخ ہی کا بیان نقل
کر دیا ہے، منتخب اللباب اور مآثر الکرام نے بھی یہی کیا ہے، غالباً ان لوگوں کی نظر سے یہ تفسیر نہیں
گذری ہے، مشہور کتب خانوں کی فہرستوں سے بھی کچھ پتہ نہیں چلا، اور مجھے بھی یہ خیال ہونے لگا
کہ شاید یہ کتاب ضائع گئی، لیکن شیخ مبارک کے علمی کمالات کی بنا پر یہ آرزو تھی کہ یہ کتاب کہیں مل جائے
بہرحال آس اور یاس کے درمیان میری تلاش جاری رہی، خیال ہوا کہ شاید کسی ذاتی کتب خانہ
میں یہ گمشدہ تفسیر مل جائے، خدا کا شکر ہے کہ میرا یہ خیال صحیح ثابت ہوا اور مجھے لکھنؤ میں سید تقی صاحب
مرحوم کے کتب خانہ میں اس کی پانچ جلدیں دستیاب ہو گئیں، شیخ مبارک پر جہاں اور الزامات لگائے
گئے ہیں، وہیں ایک الزام شیعیت کا بھی لگایا گیا ہو، انھوں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی خداوند
خان دکھنی کے ساتھ کر دی تھی، خداوند خان شیعہ تھا، اس بنا پر مخالفین نے شیخ مبارک کو بھی شیعہ
قرار دیا، لیکن اگر شیعہ ہونے کا یہ معیار مقرر کر لیا جائے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں سنی شیعہ قرار پائیں گے،
کیونکہ صدیوں سے اس طرح کی رشتہ داریاں رائج رہی ہیں، لیکن شیعیت کی اس تشہیر کی بنا پر
اس کتاب کی حفاظت کا انتظام ہو گیا، اور بعض علم دوست شیعوں نے اسے اپنے کتب خانہ میں

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ص ۱۲۴،

...اس کا مختصر ذکر اس قلمی نسخہ پر درج ہے،

...عبدالقادر نے کتاب کا نام منبع نفائس العیون لکھا ہے، اور بعد کے تذکرہ نویسوں
...ر دیا ہے، لیکن اس قلمی نسخہ میں منبع عیون المعانی و مطلع شموس المثانی لکھا ہوا ہے، ملا
...چار ضخیم جلدیں بیان کی ہیں اگر یہ موجودہ نسخہ جو مجھکو دستیاب ہوا، پانچ جلدوں
...اور ایک جلد غائب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ چوتھی جلد سورہ کہف پر ختم ہوتی ہے اور
...از سورہ یٰسین سے ہوتا ہے اس طرح پانچ پاروں سے زیادہ کی تفسیر درمیان سے
...جلد کے شروع کے اور پانچویں جلد کے آخر کے چند اوراق بھی موجود نہیں ہیں، میں نے
...ی کتاب (ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں) میں کر دیا ہے، جو مکتبہ جامعہ
...چکی ہے،

...نے اس تفسیر کے لکھے جانے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اس کی بعض اہم اور
...بھی بیان کی ہیں جو یہ ہیں:-

...کی غیبی امداد سے میرے گھر میں ایک کتب خانہ جمع ہو گیا ہے، جو تقریباً تین ہزار
...مشتمل ہے، اکثر کتابیں نہایت قدیم مگر اچھی حالت میں اور صحیح لکھی ہوئی ہیں، اور
...ن کے سامنے پڑھی جا چکی ہیں، بعض نسخے خود مصنفین کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں اور
...سرے قدیم لوگوں کے لکھے ہوئے ہیں خصوصیت سے نہایت اہم ہیں، ان آثار
...علمی نوادر کی وجہ سے کتب خانہ کا اعتبار بہت بڑھ گیا ہے، پانچ سو سے زیادہ کتابیں
...اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں تاکہ مجھے اس کا ثواب ملے، اور میرے علم میں اضافہ ہو علاوہ
...لکھنے والے کاتبوں کا فقدان ہے، اکثر کاتب الفاظ و کلمات میں ہیر پھیر کر کے
...مسخ کر دیتے ہیں، اللہ ان لوگوں کی اصلاح کرے، جب سلطان عادل (اللہ

تعالیٰ ان کی عمر و اقتدار میں برکت دے) بعض شمالی شہروں کی فتح و تسخیر کی جانب متوجہ
ہوتے اور ان کا لاہور میں قیام دیر پا ہوا تو میں بھی ان کی دعوت پر اس شہر میں پہونچا اور
مجھے یہاں سکون اور تنہائی میسر آئی یہانتک کہ دسویں صدی ہجری جس میں اللہ کا مجھ پر خاص
فضل و کرم رہا ہے، قریب ختم ہونے کو آئی، تو میرے دل میں اللہ نے اچانک یہ خیال ڈالا کہ
ایک ایسی جامع تفسیر لکھوں جو ظاہری و باطنی خصوصیات سے آراستہ، شکوک و شبہات
سے خالی ہو، صحیح اور مستند اقوال و آثار کا مجموعہ، حقائق و اسرار سے معمور اور سلیس و واضح عبارات
اور لطیف اشارات پر مشتمل ہو تاکہ یہ میری جانب سے میری اولاد و اخلاف کے لئے یاددہانی
اور قرآنی مطالب کو حل کرنے میں تمام ذی استعداد لوگوں کے لئے موجب بصیرت ہو"

آگے وہ ان امور کی نشاندہی کرتے ہیں جنکو اس تفسیر کی تالیف و ترتیب میں خاص طور پر مدنظر رکھا
ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:-

"میں اس کتاب میں نظم قرآن کے وجوہ اور دسوں متواتر قرأتوں کے علاوہ اوقاف
آیات کے فصل اور معانی کے ان طرق کا ذکر کروں گا، جو میرے نزدیک علمائے راسخین
اصحاب کشف و عرفان اور اہل عقل و حکمت سے ثابت و محقق ہیں، میں جملوں کے ربط اور
آیات و سور کی مناسبت بھی واضح کروں گا، اور انبیاء علیہم السلام کے قصوں اور گذشتہ
قوموں کے واقعات پر بھی روشنی ڈالوں گا، شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کے اسباب اور
ہر سورہ کے اختتام کی وجہ بیان کر کے دکھاؤں گا کہ اس مخصوص آیت پر یہ سورہ کیوں
ختم ہوئی پھر ہر سورہ کی آیتوں اور ان کے حروف و الفاظ کی تعداد بیان کروں گا اور اسی
ضمن میں وہ رموز و اسرار بھی واضح کئے جائیں گے، جن کو حروف و اوقاف اور اعداد کے جاننے
والوں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے، اور ہر سورہ کے شروع ہی میں اجمالاً اس کے مضمون

دیدوں گا، اور پھر بشرط گنجائش آیات کے ضمن میں مزید تفصیلات قلمبند کروں گا"

اقتباسات سے اس تفسیر کی اہمیت اور قدر و قیمت کا پوری طرح اندازہ کیا جاسکتا

مباحث کا اجمالی تعارف اور خلاصہ راقم اپنی کتاب میں پیش کرچکاہے، اس لئے انکے

ہیں،

رسائی علمی حلقوں میں بہت ہے، اس بنا پر یہ چند سطور اس میں لکھ رہاہوں

سرے اہلِ علم بھی اس کی تلاش میں لگ جائیں، ممکن ہے کتاب کا کوئی اس سے

تاب ہوجائے اور کسی علمی ادارہ کو اس کی اشاعت کا خیال ہوجائے اس

رتہ ضائع ہونے سے بچ جائیگا، اور ایک نامور ہندوستانی عالم کی تصنیف

وں نے ابھی حال میں سید تقی صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں جاکر پھر اس

س ہوا کہ یہ قیمتی نسخہ خراب ہوتا جارہاہے، شخصی کتب خانوں میں کتابوں

یوں بھی زیادہ اچھا نہیں ہوپاتا پھر جب کتب خانہ کے مالک کی مالی حالت

ن کی معمولی تدبیر بھی دشوار ہوتی ہے، سید تقی صاحب مرحوم کا کتب خانہ

بتلاہے اور کتابوں کی حفاظت کے ترقی یافتہ وسائل سے کام لینا انکے

تب خانوں میں بہت سے جواہر گراں مایہ موجود ہیں، حکومت کی امداد

حفاظت ممکن نہیں ہے امید ہو کہ صاحب اصحاب اس جانب متوجہ ہونگے،

اسوۂ صحابہ اول

اللہ تعالیٰ اجمعین کے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کا بیان

عبدالسلام ندوی مرحوم (جدید اڈیشن) قیمت ۹ روپے "منیجر"

مطبوعات جدیدہ

تاریخ فرخ سیر و اوائل عہد محمد شاہ معروف بہ شاہنامہ منور کلام | مرتبہ پروفیسر سید حسن عسکری صاحب، متوسط تقطیع کاغذ متوسط، کتابت و طباعت بہتر صفحات ۱۸۰،

مجلد مع گرد پوش قیمت غلط رتبہ، اقبال بک ڈپو پٹنہ۔۴،

یہ فرخ سیر کے زمانے کے ایک صاحب کمال منشی شیودراس لکھنوی کی تصنیف ہے اس میں فرخ سیر کے علاوہ محمد شاہ کے بھی ابتدائی دورِ حکومت کے واقعات درج ہیں، پروفیسر سید حسن عسکری کو اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی مرحوم سے ملا تھا، انھوں نے حیدرآباد، لندن اور علی گڈھ کے نسخوں سے مقابلہ کرکے اسے شائع کیاہے، اور ایک مختصر دیباچہ میں کتاب و مصنف نیز قلمی نسخوں کے بارہ میں ضروری معلومات تحریر کئے ہیں اور برٹش میوزیم لندن اور کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد کے نسخوں میں جو فرق و اختلاف ہے اسے بھی واضح کیا ہے، مگر تذکروں میں مصنف کے حالات نہ ملنے کی وجہ سے ان کے سوانح حیات نہیں تحریر کئے جاسکے ہیں، لیکن پتہ نہیں متن کی وضاحت طلب باتوں کی تشریح کے لئے حواشی کیوں نہیں لکھے گئے، یہ کتاب فرخ سیر کے ہفت سالہ اور محمد شاہ کے ابتدائی چار سالہ دورِ حکومت کے حالات و واقعات کے لئے ایک اچھا ماخذ ہے، عسکری صاحب نے اس تاریخی دستاویز کو شائع کرکے ایک مفید علمی خدمت انجام دی ہے،

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ، مرتبہ ڈاکٹر شیخ فرید صاحب تقطیع خورد، کاغذ بہتر کتابت

قدرے بہتر صفحات ۱۰۲، قیمت ۵ روپے، پتہ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدرآباد۔

ہ عیسیٰ جنداللہ دسویں و گیارہویں صدی ہجری کے ایک صاحب سلوک و ارشاد
کے آباء و اجداد کا وطن سندھ تھا، مگر وہ اپنے بعض اہلِ خاندان کے ہمراہ دکن چلے
ریں بود و باش اختیار کی زیر نظر کتاب ان کے حالات و کمالات پر مشتمل ہے، یہ
ن کے تحقیقی مقالہ "فارسی ادب کے ارتقا میں برہان پور کا حصہ" کا ایک باب ہے
ضرت شاہ عیسیٰ کے خاندانی و ذاتی حالات، تصوف میں کمال اور اولاد و مریدین
خر میں ان کی تصنیفات پر تبصرہ کیا گیا ہے اور نمونہ کلام دیا گیا ہے غالباً مصنف کو شاہ عیسیٰ کی کتابوں
ں ہو سکے اس لئے عین المعانی کی طرح نہ دوسری کتابوں کا مفصل ذکر ہے اور
سیر حاصل بحث کی گئی ہے، کتاب میں جن غیر معروف جگہوں کے نام آئے
وضاحت کر دی گئی ہوتی تو قارئین کو زیادہ سہولت ہو جاتی، عربی عبارتوں
زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا ہے، ان امور سے قطع نظر کتاب محنت و تحقیق سے

ح، از جناب سید حسن رضا ہاشمی صاحب، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و
صفحات ۳۲۸ قیمت ۵ روپے، پتہ، ابجاد بکڈپو، جوادیہ عربی کالج
بنارس،

ں میں منقسم ہے، اس کا پہلا حصہ ابھی شائع نہیں ہو سکا ہے، اس دوسرے
قت بیان کی گئی ہے، اور یہ نو ابواب پر مشتمل ہے، مصنف نے سفاح، زنا
ح، ان کے قرآنی استعمالات اور ان کی مذہبی، تاریخی، اخلاقی، معاشرتی
ے قباحت و شناعت دکھائی ہے، ایک باب میں زناکاری کے اسباب و

و محرکات بیان کرتے ہوئے مغربی و مشرقی ملکوں میں اس کے فروغ کی مثالیں اعداد و شمار کے
ذریعہ پیش کی گئی ہیں، آخر میں ان تدبیروں کا ذکر ہے جو بدکاری کے سدباب کے لئے اسلام نے اختیار
کی ہیں، اسی ضمن میں نکاح، لباس، پردہ اور تعزیری حدود و رجم، جلد اور قذف وغیرہ کی مختلف پہلوؤں
سے غرض و حکمت بیان کر کے ان کے بارہ میں اعتراضات و شبہات کا جواب دیا گیا ہے، لائق مصنف نے
اپنے خاص فرقہ کے بجائے بڑی حد تک اصل اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ص ۱۳۱
پر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے ایک واقعہ کے ذکر میں پتہ نہیں کیوں ان کا نام نہیں تحریر کیا گیا ہے
سورۂ احزاب کی آیت میں اہل بیت سے ازواج مطہرات کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی صرف بعض اولاد کو مراد لیا گیا ہے، اسلامی احکام و قوانین کے سلسلہ میں مسلمان حکمرانوں کے طرزِ عمل
سے استدلال کا مناسب ہے، تزکیہ کو عفت اور فحشاء کو زنا کا بالکل ہم معنی قرار دینا صحیح نہیں ہے، اور
نہ یہ درست ہے کہ قرآن میں ہر جگہ فحشاء اور فاحشہ کو زنا کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، الا ما
ظہر منہا سے یہ استدلال غلط ہے کہ عورت گھر کے باہر اپنے جسم کے بعض اعضاء کو کھلا رکھ سکتی ہے
کیونکہ قرآن نے پردہ کے احکام دو جگہ بیان کئے ہیں، ایک جگہ گھر کے باہر کے پردہ کا ذکر ہے، اور
دوسری جگہ گھر کے اندر اور محرم لوگوں سے پردہ کا ذکر ہے، الا ما ظہر منہا کا تعلق اسی دوسری صورت سے
ہے، ایک جگہ لکھا گیا ہے، کہ حضرت آدم کو جس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا، وہ بنی آخر الزماں ص
تھے، معلوم نہیں اس کا منشا کیا ہے، قصہ کہانی کی کتابوں کی طرح مصنف نے بھی حضرت یوسف ع
کو ورغلانے والی عورت کا نام زلیخا لکھ دیا ہے، کہیں کہیں تکرار اور طوالت بھی پائی جاتی ہے، یہ نوجوان مصنف
کی پہلی کتاب ہے، اس لئے خیالات اور طرزِ ادا دونوں میں بعض خامیاں رہ گئی ہیں، تاہم
انھوں نے اس کو غور و فکر، محنت اور بڑے نیک جذبہ سے لکھا ہے، اور وہ حوصلہ افزائی
کے مستحق ہیں، آخر میں جناب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب ناظم دار المصنفین کی ایک تعارفی تحریر بھی شامل ہے

...سے خطاب، مرتبہ جناب اسد اللہ خاں صاحب علیگ، تقطیع خورد، کاغذ
...اعت بہتر صفحات ۱۰۳ مجلد، قیمت ۲ے ، پتہ اسد اللہ خاں عمان ہومیو پیتھ اکبر پور گرگانوں
...یں جوانوں کے لئے طبی ہدایتیں تحریر کی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ سن بلوغ کے بعد
...زندگی میں انکا کیا طور طریقہ ہونا چاہئے پہلے اس زمانہ کی زندگی کو خراب اثرات اور بہت سے
...مختلف حیثیتوں سے شادی کی ضرورت، اسکی عمر کی تعیین، تحدید و افزائش نسل، حمل، زچگی
...اعت کے طریقے اور ماں کو بیماریوں سے بچانے کی صورتیں بیان کی گئی ہیں، مصنف ہمر
...لئے ان کے اکثر مشورے مفید ہیں، لیکن ان کی بعض باتوں میں تضاد ہے، جیسے
...شادی کے لئے مناسب عمر چالیس سال اور عورتوں کے لئے ۲۵ سال تحریر کی ہے
...ر اس سے مختلف باتیں لکھی ہیں، عمر کی تعیین کے لئے طبی، اقتصادی اور معاشرتی
...یان کی ہیں وہ ممکن ہے صحیح ہوں، مگر قرآن مجید سے استدلال مضحکہ خیز ہے، اسی
...کی حمایت اور دوسری جگہ اسکی تردید اور افزائش نسل کے سلسلہ کی حدیثیں درج کی گئی
...صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہدایت بزرگان دین کی طرف منسوب کر دی گئی ہے،

...از جناب منظور تسکین صاحب متوسط تقطیع کاغذ کتابت، طباعت عمدہ صفحات ۱۴۴ مجلد
...تیں قیمت للعہ پتہ مہرج اسٹور گھگول بازار، ڈاکخانہ گھگول، پٹنہ،
...تسکین صاحب کا پہلا مجموعہ کلام ہے، ان کو تغزل سے زیادہ مناسبت ہے، اس مجموعہ
...مل ہے، آخر میں چند نظمیں، قطعات اور رباعیات بھی درج ہیں، مصنف کو تغزل کی
...عزیز ہیں، تاہم اس پرانی زمین میں بھی کہیں نئے نئے گل بوٹے نظر آتے ہیں
...موجودہ حالات کی عکاسی زیادہ کی گئی ہے، مجموعی حیثیت سے تسکین صاحب
...ت اور جوش بیان بھی ہے،
"ض"

جلد ۱۱۷ ماہ مارچ ۱۹۷۶ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ عدد ۳

مضامین

مقالات

وفیات

ادبیات

......ختم......